Title - MAJMUA QASAYAD MOMIN

Creator - Momin Khan Momin Dehelvi; Murattiba Zia Ahmad Badauni.

Publisher - Al Nazir Press (Lucknow).

Date - 1925

Pages - 102

Subject - Urdu Qasayad

إنّ من البیان لسحراً

مجموعۂ قصائد مومن

مرتبہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم مومن خاں مومنؔ دہلوی کے اُردو قصائد تصحیح اور اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحٰق علی علوی مالک و پرنٹر

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ عماں بردن — خار و خس صحرا بہ گلستاں بردن

اما چہ کنم کہ رسم مورے باشد — پائے ملخے پیش سلیماں بردن

میں غایت خلوص و ارادت اور کمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس
شبک مایہ ادبی خدمت کو مخدوم ملت فخر قوم عالیجناب آنریبل جسٹس
ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے
(جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے
عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات
کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے) اُس ذوق صحیح اور شغف
عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اردو ادب
کے ساتھ ہے باجازت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا
اور اپنے لیے سرمایۂ نازش بہم پہونچاتا ہوں۔

نیازکیش ضیا

اعتذار

عجز انسان کے لیے منقصت ہے اور اعتراف عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحت کے بلند آہنگ دعووں اور پیہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سہو کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام معذرت قبول فرمائیں اور تصحیح کر لیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	١٠	زبان	زمان	ق	١٧	زبان	زبان
ب	٦	بدر	بدر و	ر	١٠	خط کو	خط کی
"	١٣	بہلوانی	بدایونی	ض	٢	عمان ہم	عمان ہم
ہ	٣	١٩٢٢ء	١٩٢٤ء	ظ	٤	کون زحل سے	کون زحل سے
و	٢	١٢٦٦ء	١٢٤٨ھ	غ	٩	گل تری	گل طری
ز	١	انگریز	انگریزی	١٨	٦	چشم بصر	چشم بشر
ک	٧	پیچیدگی ساتھ	پیچیدگی کے ساتھ	٢٥	٤	معجر	خاور
م	١٠	خوف وتردید	خوف تردید	"	٥	خاور	معجر
ص	٤	لو	تو	٢٦	٧	(کیوان)	زحل (کیوان)
"	٩	عالم	عام	٢٨	٧	چارہ فرمایئے	چارہ فرمایئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل
"	۱۱	طمعہ	طعمہ
۴۲	۱۰	وز	موثر
۴۵	۵	اسفل	سافل
۵۱	۱	قضائے	فضائے
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان
۶۷	۹	قصہ	قصد
"	۱۰	اُچک	آچک
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں
"	۱۲	ٹھرنا	ٹھرا
۷۷	۱۳	شبستاں	شبستانی
۸۱	۱۲	مارگردن	بارگردن
۸۲	۱۴	اور	اودھر
۸۳	۱۱	دامنِ گل	دامن
"	۱۲	نجومی	نجوم
۸۴	۳	سجدی	سجدہ
۸۹	۵	روزِ محشری	روز محشری (بے اضافت)
"	۷	مذاقِ شکری	مذاق شکری (بے اضافت)
۹۰	۶	گھر	گر
"	۷	پاس	یاس
۹۳	۱۰	اس	اسکی
۹۴	۸	حکومت	محاصل حکومت
"	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
۹۵	۶	امتیاز	امتزاج
"	۱۰	حلق	خُلق
۱۰۰	۳	جبرتی	حیرتی

قولِ شارح

انسان نے جب عالم شعور مین پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمامتر جذبات کی حکومت مین پایا- یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اُسنے جلال یا جمال کا مظہر سمجھا اُسی کو معبود قرار دے لیا- انھین واردات قلبی کی تصویر کا نام شعر ہے اَلشِّعْرُ مَا تَنْبَسِطُ بِهِ النَّفْسُ اَوْ تَنْقَبِضُ - یہ تعریف (اور کسی جامع ومانع تعریف کے مبحث کا یہ موقع بھی نہین) نسبتہً محدود سہی لیکن کم از کم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے-
اب ان واردات وجذبات مین جذبۂ محبت کو لیجئے جو تمام جذبات مین قوی تر اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے- دنیا نے ہزارون پلٹے کھائے اور کھائیگی- زمانہ نے لاکھون کروٹین بدلین اور بدلے گا- لیکن عشق کے جذبے اور حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلین گے نہ یہ زمان سے مخصوص ہین نہ مکان سے- نہ کسی فرد پر منحصر ہین نہ قوم پر- اُسی داعیہ قلبی اور جاذبہ فطری کے بیساختہ اُبل پڑنے کو مین حقیقی تغزل سے تعبیر کرونگا- اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری مین پورا اترتا ہے وہی جذبات انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے-

تغزل کو خیالات اور سوز و گداز کے مضامین مین اردو شاعری میر کے بعد جسقدر مومن کی طرفہ کار طبیعت اور دور رس تخیل کی رہین منت ہے کسی دوسرے کی نہین۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اُسپر مستزاد مطبعون کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوع کو اس قابل نہین رکھا کہ عام فہم کہا جا سکے۔

خاکسار کو فطرۃً بدرجہ مشہور سے شعر و سخن سے ذوق اور دیوانون کا شوق رہا۔ علاوہ برین خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سوہاگے کا کام دیا۔ اور شروع سے یہی چرچے کانون مین پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ مین رہنے لگے اُسی دوران مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے اڈیٹ کیا جاسکے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھون مین پہونچے۔ مگر اُس زمانہ مین چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ خیال قوۃ سے فعل مین نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور عزیز قاضی حضور الرحمن صاحب مختار بدیوانی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن کے ہمسر اور ہمعصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ تو ملک کے ذی علم طبقہ نے بجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے علاوہ اُستاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام و صحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دید بھی ہے۔
اور قابل داد بھی۔ یہ ہے مرزا غالب سوا اُنکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ
جماعت جسقدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برکن اور بھوپال وغیرہ
سے قطع نظر کر کے صرف ہمارے بدایون سے اسوقت تک چار دیدہ
زیب اڈیشن تصحیح و تشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہین۔ مگر مومن
کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہین کی۔ مناسب ہے کہ صحت و
صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ بڑھا کر کلام مومن کا
صحیح نسخہ شائع کیا جائے۔ اُن کا یہ مشورہ دراصل سہرو دہ بستان یاد
و ہا شیدن کا مصداق تھا۔ مینے تہیہ کر لیا کہ حتے الوسع اس کام کو فوراً
شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے مستند و
سنون اور مطبوعون کے آٹھ دس پرانے نسخے فراہم کیئے گئے اور اسی
سلسلہ مین بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا لیکن مجھے افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپسمین مختلف نکلے گو غلط ہونے
مین سب یکسان تھے۔ بہرحال اپنے امکان بھر مقابلہ کر کے صحت کی گئی
اور مشکل اشعار کے ذیل مین ضروری نوٹ اضافہ کر دئے گئے۔ اور جہان
باوجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہوسکا وہان ذاتی اجتہاد سے کام لیا
اَلْمُجْتَهِدُ قَدْ يُخْطِئُ وَ يُصِيبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخوں سے اس اڈیشن کو صحیح تر پائے گا۔
کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدْ اِسْتَهْدَفَ اس بنا پر اگر کسی سمت
سے تعریض و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلاف توقع نہیں کہی جا سکتی۔
البتہ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں (کیونکہ مجھے معصوم
ہونے کا ادعا نہیں) تو وہ ان عفو سے چھپانے کے بجائے براہ کرم
دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشیں تا کہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جا سکے
رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ هَدَانِیْ اِلٰی عُیُوْبِیْ۔
آخر میں مجھے سچائی اور شکر گذاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر
قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریک کار نہ ہوتی
تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بر روئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا
یہ کتاب دراصل میری مساعی سے زیادہ انکی مستقل مزاجی کی مرہون
احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگوں اور
دوستوں کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے
قیمتی مشوروں سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات میں مولانا سید غیاث احمد
صاحب حیرت مولوی یعقوب بخش صاحب راغب قاضی غلام سجاد صاحب سہیل
کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
اسوقت صرف قصائد سودا کی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ اگر وقت نے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو مقابلتہً زیادہ سلیس اور دلکش ہے)
معزز پبلک کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی
ریسرچ سکالر۔ الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

سنہ ۱۲۱۵ھ – سنہ ۱۲۶۸ھ

نام و تخلص و ولادت - جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو لائے اُنھون نے انکے کان مین اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔ گھر والون نے حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت سنہ ۱۲۱۵ھ (مطابق سنہ ۱۷۹۹ء) مین ہوئی۔

خاندان ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے شرفا مین سے تھے۔ جنکی اصل نجبائے کشمیر سے تھی۔ حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور مین شاہی طبیبون مین داخل ہوئے دلی آکر چیلون کے کوچہ مین مقیم ہوے یہ وہ زمانہ تھا کہ تیموری حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ مگر پھر بھی بڑون کی بڑی باتین۔ چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ مین پرگنہ نارنول مین جاگیر عطا ہوئی۔ لیکن آخر مین نواب فیض طلب خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثۂ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کر دی۔ اور اُس مین سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا۔

اسکے علاوہ کچھ پنشن سرکار انگریز سے بھی ملتی تھی۔

تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادرؒ دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے اور بعد وعظ تمام مطالب و نکات ازبر سنا دیتے۔ جب عربی میں استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابیں پڑھیں اور انھیں کے مطب میں نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اُسمیں مہارت بہم پہونچائی۔ ایک شعر میں اپنی نجوم دانی کو عجیب اسلوب سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان نصیبوں پر کیا اختر شناس + آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا +

شاعری۔ انھیں شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے مشہور شاگرد نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نواب اکبر خان۔ میر حسین تسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علیخان نسیم تھے۔ غزل نہایت دردناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے باکمال اُستاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم و نثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔

علمی اور دیگر مشاغل۔ شطرنج سے اُنکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی میں اُنکو خاص ملکہ تھا

…یہ وتخرجہ تاریخ میں معیوب ہے مگر ان کی طبع رسانے محاسن تاریخ
…ین داخل کردیا۔ معما اور چیستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم مین کامل
…ارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ اُن کے احکام سے دوسرے منجم حیران
…رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش
وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لمبے لمبے گھونگر
والے بال تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائنچے پہنتے تھے۔ اسقدر
غیور تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ اُنھون نے ارباب
…نیا کی تعریف مین کچھ نہین کہا۔ ہان راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ
رئیس پٹیالہ (مقیم دہلی) کی تعریف مین ضرور مدحیہ قصیدہ لکھا جنھون نے
اُنکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔
…وسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان مین (جن سے مومن کو روحانی
نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ اُنکو اساتذہ
سلف کی تعریف کرنا اور سُننا پسند نہ تھا۔ طبیعت مین نازکخیالی کے ساتھ
نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ اُنھون نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہین کیا
اسی طرح نجوم و رمل و طبابت کو بھی ذریعۂ معاش نہین بنایا۔ انکو جو کچھ

ن جلیسر تھا اُسی پر قناعت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر
اور بدایوں۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

ب۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی اسمٰعیل
ان کے پیر تھے حکیم مومن خان آخر وقت تک انھیں کے عقائد کے قائل ہے

ت۔ مدفن۔ اور اولاد۔ سنہ ۱۲۶۹ھ میں کوٹھے سے گر کر ۵ مہینے
مد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۲ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ
ی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیوں کے
مغرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر خاں ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے

رح مومن کی لائف میں ہم بعض نمایاں خصائص دیکھتے ہیں۔ اسیطرح
کلام میں بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہیں۔ مومن سے پہلے
در شعرا گذرے ہیں قصیدہ میں (باستثنائے سودا) مومن کا کوئی
ہیں۔ اگرچہ پختگی اور روانی میں قصائد ذوق کا درجہ کہیں ارفع ہے

ں حصہ میں اصناف سخن پر عام تبصرہ ہے جسمیں عموماً کلام مومن کے وہ
نا ہیں۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ گو انکے یہاں
نمایاں ہیں۔ اُنکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہیں۔ مولف

تاہم زور[۵۲] اور ندرت میں مومن کا جواب نہیں ہو سکتا۔ انکی تشبیب عموماً[۵۳] نادر اور انوکھی ہوتی ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی ہر قصیدہ میں تعلی[۵۴] اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعرا ہے اسی شکوہ اور زور کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے۔ تخلیص[۵۵] یا گریز البتہ نسبتہً کمزور ہوتا ہے۔

۵۲ زور اور ندرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہیں جنکا فیصلہ ہر شخص بذات خود کر سکتا ہے۔ تاہم ایک حد تک آنے والی مثالوں سے یہ متوہم واضح ہو سکتا ہے۔

۵۳ تشبیب میں شعرائے سلف بالعموم بہاریہ مضامین یا مناظرے وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے۔ مومن خان نے تشبیب کو اسکے حقیقی معنی میں منحصر کر دیا گویا انکی تشبیب میں سرتاپا تغزل کی شان نظر آتی ہے۔ مثال کیلئے قصیدۂ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں ۱۲

۵۴ تعلی اور شکایت زمانہ کی مثالوں کے لیئے انکے قصیدے دیکھو بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہیں۔

۵۵ اس میں اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا فرض ہے کہ بے کم و بیش تمام حسن و قبح ظاہر کر دے۔ بلاشبہ مومن کے بعض گریز ایسے ہیں جن سے تکلف و تصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بات میں بات نکل آئی ہے۔ قصیدہ سوم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں

نادرستی ضرور تعقید پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبون مین انکا
مجتہدانہ اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جا سکتا ہے
غزلون مین مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہین۔ عشق و رشک
وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصہ ہین۔ فلسفہ[1] اور اخلاق اُنکے یہان
الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔

ندرت اسلوب قصائد و غزلیات مین قدم قدم پر دلکو کھینچتی ہے۔ اور
اُسی کے ساتھ بعض موقعون پر زبان[2] کی چاشنی اور محاورات
کی صفائی نہایت بامزہ اور دلکش معلوم ہوتی ہے

---

[1] فلسفہ و تصوف در حقیقت حکیم صاحب کا رنگ نہین اور وہ اُسکے مرد میدان
ہرگز نہین کہے جا سکتے۔ ڈھونڈھے سے کلیات مین شاید دو تین شعر اس طرز مین نکل آئین
وہ بھی بادل ناخواستہ قافیہ پیمائی کی خاطر کہے تو ہین لیکن جیسے کوئی زبان تھام لیتا ہے مثلاً
نکہت سیاہ اسے مُعوا آخر ملا ہے خاک مین * یکچند ملک ہند لو یا سرزمین شام لو

[2] محاورات کی صفائی جہان جہان مومن نے برتی ہے شعر مین ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً
اُن بلیون چڑھاؤ اور دھرتے ہین سبو بھرتے ہین۔ یا کیا نکل آیا۔ جھگڑا نکل آیا غزلون کی غزلین زبان کے لحاظ سے
لاجواب ہین۔ مثلاً ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ ہائے شب ہجر تیرا کالا منہ۔ آپ کی سلسلہ
مین قافیہ استاد ذوق (خدا انکی روح سے شرمندہ نہ کرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست زبان و سلاست
روش کا موازنہ کرو۔ تم سے بلا نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو وہ اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو ۱۲

نائع بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بدنما داغ ہین مگر کیا کیا جائے
ومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔
ویان کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویون کے
اتھ برابر کے درجہ مین رکھی جا سکتی ہین۔ اور چونکہ جگ بیتی نہین بلکہ آپ بیتی ہین
س لیئے خاص درد اور اثر رکھتی ہین۔ بعض مذہبی رنگ مین لکھی گئی ہین اور ایسے
بہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے مثنوی مین
شق و محبت کے معاملات کے علاوہ مناجات۔ حمد۔ نعت۔ رجز کے مضامین کو
ن ذوق و شوق کے ساتھ لکھتے ہین کہ قادر الکلامی اُنکا کلمہ پڑھتی ہے۔
ی طرح اُنکے واسوخت اور مراثی بھی درد و جوش کا بہترین مرقع ہین۔ خصوصاً
وخت کے متعلق یہ بلا خوف و تردید کہا جا سکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم
ن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتون تک پیش نہین

لہ صنائع (وہ بھی تکلف کے ساتھ) ایک زمانہ مین سکۂ رائج کی طرح ٹکسالی سمجھی جاتی
ہین لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتون کو معیوب جانتے ہین مومن کے کلام مین بھی
سرے اُستادون کی طرح مراعات النظیر بیشتر اور ایہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ ہمنے مثالون سے
بین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہین کیا۔ اس بارہ مین غور کرنے
ے یہ قول فیصل معلوم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہین بلکہ محمود ہے
ار رعایت کی نوعیت کا فیصلہ یہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کرسکے گی۔ علاوہ بریں کچھ قطعات رباعیات مسمطات وغیرہ ہیں جو اپنے رنگ
میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی صنف شعر ایسی نہیں جس میں
مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد سخنوری نہ دی ہو۔
اب ہم علیحدہ علیحدہ اُنکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہیں جن سے
اُن میں اور دیگر اساتذہ فن میں امتیاز کیا جا سکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل میں مومن کا پایہ بہت بلند ہے سوز و
گداز اُن کا مابہ الامتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ میں اُنکا انداز جرأت سے
ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز جسکا بہترین مرقع فارسی میں دیوان نظیری ہے
اپنے اصلی معنوں میں انکے یہاں اسقدر غالب ہے کہ غزل و مثنوی تو بطرف
قصیدوں میں بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے ہم یہاں زیادہ تر غزلیات
سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

کیونکر اسے وفا سے تسلی دل کو ہو   ڈر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا

معشوق کی وفا سے مایوس ہیں مگر اسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں
کہ تمنے وفا کا خیال تو درکنار۔ محبوب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ اُنکا
وعدہ وفا ہو سکتا ہے۔ لہذا پشیمانی ظاہر

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ میں ذرا صراحت سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا ✓ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

اسی ضمن میں مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر میں عشق کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ بجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد ✓ کریں ہم کیا تکلف آشیاں کے

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی ✓ خبر ہے لاش پہ اس بے وفا کے آنے کی

ایک شعر میں ایک نیچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کر گئے ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی مشہور ہے کہ مرزا غالب باین ہمہ نازک خیالی مومن کے اس شعر پر دیر تک وجد کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ✓ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مومن کے عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے نمونہ کے طور پر اشعار اشعار ذیل کافی ہیں

شبِ وصل آپ کا عذرِ نزاکت ✓ بجا ہے پر نہ مجھ سے کیا ہے

لے شبِ وصل غیر بھی کاٹی ✓ تو مجھے آزمائے گا کب تک

لیے رو دیے مثل ابر نکلا غبار دل ✓ [illegible]

کہتے ہین تمکو ہوش نہین اضطراب مین ✓ سارے گلے تمام ہوئے اک جواب مین
اسی کے جواب مین شیخ ابراہیم ذوق کا مطلع بھی خالی از لطف نہین
یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین
بعض بعض مسلسل غزلون پر واسوخت کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً وہ
غزل جسکا آغاز یہ ہے
اب اور سے لو لگا ئین گے ہم۔ یا یہ ہے کہ ہم عشق بتون کا ذکر نہ کرینگے
(۳) نازکی خیال و بلندی مضمون۔ مثلاً ایک شعر مین شام وعدہ اپنے
تھک کر سو رہنے کو کس خوبی سے "شکوہ ستم اضطراب" قرار دیتے ہین۔
پھر لے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سو رہے آرام شکوۂ ستم اضطراب تھا
یا محبوب کے نہ دیکھنے کو کس شوخی سے "نگہ التفات" ثابت کرتے ہین۔
پامال اک نظر مین قرار و ثبات ہے ✓ اسکا نہ دیکھنا نگہ التفات ہے
ایک جگہ اپنی وارفتگی اختری عجیب پیرایہ مین بیان کی ہے فرماتے ہین
سُن میرا حال زار منجم ہوا رقیب ✓ تھا ساز گار طالع ناساز دیکھنا
شاعر نے اپنی بدنصیبی کی داستان منجم کو سُنائی۔ مگر سوئے اتفاق کہ
وہ خود رقیب بن بیٹھا۔ اور اُس (شاعر) کے ستارے کی گردش دیکھکر
اُسکو اپنی کامیابی کے خواب نظر آنے لگے۔
اسیطرح اشعار ذیل کی جدت تخیئل ملاحظہ ہو۔ کیا یہ خیالات کہین

اور بھی ملتے ہیں؛

رہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز ۔۔۔ چرائیں گے ہم آنکھیں پاسبان سے

صبر وحشت اثر نہ ہو جائے ۔۔۔ کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے

وہ عالم ہیں مانند لم جلوہ زن ۔۔۔ کہ ثابت کریں تو ہے نفی سخن

ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر ۔۔۔ اعدا کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

مدد غیب ہے کی لشکر مغلوب سے صلح ۔۔۔ کہ مسلمان نہ ہوں معتقد طالع شوم

چرخ سے جنگ اور اک جزو ضعیف چرخ ۔۔۔ طالع روں خواب ہما آپ کرے ہے یاوری

(۳) ندرت اسلوب بیان اور شوخی ادا - یہ خصوصیت مومن کے کلام میں ہر جگہ نمایان ہے اور لاریب کہ اسمیں اُنکا نظیر محال نہیں تو قریب محال ضرور ہے وہ سیدھی سی بات کو ایسے انوکھے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ سامع حیران رہ جاتا ہے - مثلاً مقصود یہ ہے کہ محبوب کی گالی بری نہیں معلوم ہوتی - اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں -

دشنام یار طبع حزیں پر گران نہیں ۔۔۔ اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

اور سنو -

محفل میں مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ ۔۔۔ بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

ناصح کی دوستی کو عشق کے مذہب میں ہمیشہ عداوت مانا گیا ہے - لیکن مومن کا شاعرانہ استدلال قابل داد ہے لکھتے ہیں -

مطلب یہ ہے کہ میں نے محبوب کو دل دیکر لیا ہے اب اگر رقیب اس سودے کو اپنی جان کے بدلے میں خریدنا چاہے تو دے سکتا ہوں یعنی ہم اس تجارت میں خسارہ قبول کرنے والے نہیں علیٰ ہذا القیاس شوخی کی تمثیل میں مثنوی دوم کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں محبوب کے حسن کا حضرت یوسف کے حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر اپنے مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مخاطب اسمین اپنا فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف نہ دیکھو۔ مگر ان غریب کی سنے کون! تو یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا ✓ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ مین

دیکھو ذیل کے شعر مین رقیب کے خط کو تعظیم سے کس طرح روکتے ہین

سرمگین آنکھوں سے تم نامہ لگاتے کیون ہو ✓ خاک مین نام کو دشمن کے ملاتے کیون ہو

مسلمہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے کیونکر فائدہ اٹھایا ہے فرماتے ہین۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہین ✓ اتنا رہا ہون دور کہ ہجران کا غم نہین

وہ بدخواہ مجھسا تو میرا نہین ✓ عبث دوستی تمکو دشمن سے ہے

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ ✓ تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

ارباب ذوق کو میر تقی کا شعر ذیل غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ اسکو مومن خان کے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں

میرے تغیر رنگ پہ مت جا   اتفاقات ہیں زمانہ کے

اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے   میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار
وہ بت دیتا ہے طعنے کس ادا سے   کہ تم اب چاہتے ہو کیا خدا سے

یہ مکر شاعرانہ مومن کا طرز خاص ہے اور اردو شاعری میں اوروں کے یہاں بہت کمیاب ہے اصل یہ ہے کہ وہی اس رنگ کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ جیسے

جاگتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھکر   طالع ہمارے چونک پڑے خواب دیکھکر
بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا   سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاک مزار
لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو باغ   پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ
دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر   کر دیا تیغ گریبان نے دوبارہ حلقوم
خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اژدر سفید ✓   عکس سے جسکی آب ہو آئینۂ سکندری
طرہ یار روز سیاہ بوالہوس   جعد رشک دود آہ بوالہوس

کہیں کہیں مرکب اور مسلسل تشبیہیں خاص لطف دیتی ہیں دیکھو مثنوی پنجم (اشعار ہجو)

یہی خلافت راشد کی اُسکو بس ہے دلیل — یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل

عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے — لو مجھکو اطبا نے سودے کا خلل جانا

یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی — یہ شوخ نگاہ تو نہ ہوگی

بیداد ستمگران بدکیش — فریاد الم کشان دل ریش

(۹) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے خاص فائدہ اُٹھایا ہے یوں تو مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

بتخانہ میں ہو گیا ترا گھر — مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

اے شیخ آ پھر دیکھ مومن ہیں — ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

مومن و دیر خدا خیر کرے — طور بے ڈھب نظر آتے ہیں مجھے

اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح — مجھکو اُلفت میں ہو تری تصویر سے

الہ آباد یونیورسٹی۔ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء — ضیاء احمد ایم اے بدایونی

نوٹ۔ لائف بیشتر آبحیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت آبحیات کی بہ نسبت زیادہ شرح وبسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اغلاط

یہ اغلاط بالعموم سند اول اور مطبوعہ نسخون مین مشترک طور پر موجود ہین اور اس ایڈیشن مین اُنکی تصحیح کی گئی ہے

حوالہ	غلط	صحیح
قصیدہ ۱- شعر ۳۶	ہر جزو ضعیف	ہے جزو ضعیف
؍؍ ۴۶	خوننابہ دل جگر	خونناب دل و جگر
؍؍ ۵۵	بٹھایا	مٹایا
؍؍ ۷۱	علمِ بچالے	علمِ بچالی
قصیدہ ۲- ؍؍ ۱۶	زبان لعل	زبان لال
؍؍ ۲۰	قبائے گل کو گر اطلس سے	قبائے گل سے گر اطلس کو
؍؍ ۳۲	گل خاموس	گل شاموس
؍؍ ۳۵	ملبوس	ملبوس
؍؍ ۳۸	اُگا	لگا
؍؍ ۴۵	نور شعلۂ فانوس	نور شعلۂ و فانوس
؍؍ ۴۹	اواقینوسس	اوافیوسس
؍؍ ۵۰	غزل	عرضی

حوالہ	غلط	صحیح
״ ۶۶	گاوزبان	گاوزمین
״ ۶۸	اکوس	انکوس
״ ۷۲	بیوس	بیقوس
״ ۸۰	عقول نفوس	عقول و نفوس
״ ۸۴	بطلیس	بطلمیوس
״ ۸۶	بناہے	بنائے
״ ۹۶	حسرت دوس	حسرت دیوس
قصیدہ ۳ ״ ۴	سینہ جانسوز	شعلہ جانسوز
״ ۱۳	کرنگ تیغ نے قزہ خنجر	گرنگہ تیغ ہے قزہ خنجر
״ ۲۶	شریک دیدہ تر	سرشک دیدہ تر
شعر ״ ۳۷	چارہ فرمائے علاج سحر	چارہ فرماہے علاج سہر
״ ۹۶	پشت کاشانہ	پست کاشانہ
قصیدہ ۴ - ״ ۱۸	بیشتر	پیشتر
״ ۳۸	اصل دین کے	اصل دین کے تا
״ ۵۸	مزید دہر میں ہین	فرید دہر ہوں مین
قصیدہ ۵ - ۱۶۷	وا جاتا ہے کبھی بار	وان سے آتا ہے کئے بار

صحیح	غلط	حوالہ
اغیار	استتار	،، ۴۴
عمار ہم	عثمان ہم	،، ۱۳۵
تحسین	تخسین	،، ۹۹
درہم و دینار کو داغوں کے	درہم و دینار کے داغوں کو	،، ۱۰۵
یاقوت و لب لعل نگار	یاقوت لب لعل نگار	،، ۱۰۹
قربان جان تیغ	قربان زبان تیغ	قصیدہ ۶ - ،، ۲۲
دہر	ذہر	،، ۳۵
زبان تیغ	زبان تیغ	،، ۴۷
سسار ہم	لرز ہم	قصیدہ ۷ - ،، ۳
منظوم	معلوم	،، ۱۰
حسن دو عشق یہ	حسن و عشق یہ	،، ۱۷
جو دہر با سے فزون	جوہر بار فزون	،، ۳۶
اظہار	اثبار	،، ۶۵
سے ہو خلق	کا ہو خلق	،، ۶۹
مالی	بالی	قصیدہ ۸ - ،، ۱۳
ز خورشید	روز خورشید	،، ۳۹

حوالہ	غلط	صحیح
۵۱ ؍؍	نیرنگی زبان	نیرنگیٔ زمان
۸۵ ؍؍	گل دامان پاکدامانی	گل دامان کی پاکدامانی
۱۱۱ ؍؍	ور تمنا	ورد تمنا
قصیدہ ۹ شعر ۲	یوں ہے زحل سے	کیوں زحل سے
۱۰ ؍؍	روز گزار	زور گداز
۱۵ ؍؍	سر بسر امتیاز طبع	سر بسر اہتزاز طبع
۱۶ ؍؍	نہ فلک نور آفریں	نہ فلک نو آفریں
۲۶ ؍؍	نا کسی آفت قرارشہ ہوس ستمگری	نہ اُسے طاقت قرار نہ ہوس ستمگری
۴۲ ؍؍	کلبہ خاکروب کو	کلبہ خاکروب ہو
۴۳ ؍؍	یک شہ چرخ بزم کا	یک شعبہ چرخ بزم کا
۴۳ ؍؍	حاسل و فائدہ	حاصل دولت
۴۴ ؍؍	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
۵۰ ؍؍	عطاشش	عطاس
۵۲ ؍؍	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
۵۴ ؍؍	روح و گلاب عبیری	روح گلاب و عبیری
۵۵ ؍؍	خوش بو ہوائے رشک سے	جوش ہوائے رشک سے

حوالہ	غلط	صحیح
۴۱ ،،	خصم جہان	خصم جہان
۷۱ ،،	دشنہ دشمنہ قضا	دشنۂ تشنۂ قضا
۷۳ ،،	تیر ماہ	ماہ تیر
۷۷ ،،	جائے تنگ	جائے ننگ
۹۱ ،،	چارہ صبر آزما	چارۂ صدرہ آزما
۹۴ ،،	اوج حضیض	اوج و حضیض
۹۶ ،،	ہے یہ وہ حسن جسکی تیغ	ہے یہ وہ جنبش جسکی تیغ
۱۰۵ ،،	شعلہ دود و	شعلۂ دود و
۱۰۶ ص	گل تری	گل تری

نوٹ۔ تقریباً تمام مطبوعہ نسخوں میں اشعار ۶۹ اور ۷۰ (قصیدہ ۷) میں اور اشعار ۷۵ اور ۷۶ (قصیدہ ۹) میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔ ناظرین درست کر لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی

(۱) حمد پاک

اَلْحَمْدُ لِوَاهِبِ الْعَطَایَا[1] — اس شور نے کیا مزا چکھایا
وَالشُّکْرُ[2] لِصَانِعِ الْبَرِیَّۃ — جس نے ہمیں آدمی بنایا
احسان ہیں اُسکے کیا گرانبار — سر سبع[3] شداد کا جھکایا
کیا پایۂ[4] حشمت سلیمانؑ — اک بات میں تخت پر بٹھایا

[1] تمام تعریفیں بخششوں کے دینے والے کے لیے زیبا ہیں۔ شور سے شور محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مزا اور شور میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

[2] اور ہر شکر خالق عالم کے لیے سزاوار ہے۔

[3] سبع شداد۔ سات آسمان۔

[4] حضرت سلیمان کی شکر گزاری خدا کے احسانوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ اُسکا ادنیٰ سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخش دینا ہے۔

کیونکر شکر کریں نہ آلِ داؤد — افسونِ شہنشہی سکھایا
وہ نیّرِ آسمانِ تقدیس — جاں سوز مناظر و مرایا
اک بھی نظر اس مجاز میں ہے — کیوں مہر نگاہ میں سمایا
ہے عقلِ بسیط اوسکا پرتو — ہے نورِ مجرد اوسکا سایا
سبحانک یا الٰہ عالم — عالم ترا عجز نے دکھایا
ہر جائی ہے تیرا جلوہ لیکن — دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو — پایا ہر شے میں پر نہ پایا

۵ اشارہ ہے آیۂ کریمہ اعملوا آلَ داؤد شکرا الخ یعنی اے داؤد کی اولاد میری نعمتوں کا شکر ادا کرو کی طرف ۱۲

۶ خداوند تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو پاکی کے آسمان پر جلوہ گر ہے اور جسکی شعاعیں نظروں کو خیرہ کیے دیتی ہیں۔ مناظر منظر کی جمع اور مرایا مرآۃ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں دیکھنے کی جگہ۔ مناظر ایک علم کا نام ہے جس کا موضوع نظر ہے اور نور علت نظر ہے۔ [illegible] کی ایک شاخ فن مرایا ہے۔ اس شعر میں اشارہ ہے آیہ لا تدرکہ الابصار کی طرف ۱۲

۷ شاعر اپنے آپکو ملامت کرتا ہے کہ ہم لوگ عالمِ مجاز کی سیرگہوں میں ایسے محو ہیں کہ تنزیہ کا ملکہ بھی بغیر تشبیہ کے نہیں کر سکتے یعنی خدا کو جو بے مثل ہے آفتاب کا مماثل ٹھہراتے ہیں ۱۲

۸ عقلِ بسیط سے عقلِ کلی یا جبرئیل مراد ہے نورِ مجرد وہ نور ہے جو مادہ سے پاک ہو یعنی فرشتے وغیرہ ۱۲

۹ [illegible] دنیا جہان کے معبود تو پاک ہے۔ جب سے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تب تیری معرفت کا راستہ ملا [illegible] ہے کہ عجزِ معرفت کا اقرار ہی معرفت ہے ۱۲

اللہ رے تیری بے نیازی | یعقوبؑ کو مدتوں رلایا
یوسفؑ سے عزیز کو کئی سال | زندانِ عزیز میں پھنسایا
یاں شعلہ[۱] کو سرکشی کی کیا تاب | ابلیس کو خاک میں ملایا
تجھکو ہی سزا ہے کبریائی | کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا
مومن کو بقا ہے بعد دیدار[۲] | کیا مژدۂ جانفزا سنایا
گو وصف ہے یومنون بالغیب[۳] | پر بندہ تو اس سے باز آیا
ق
یاں تاب کسے کہ خاک و خوں ہوں | بیتابی شوق نے لٹایا
اللہ دکھا دے اپنا دیدار | اکشف بجمالک[۴] الغطایا
عظمت[۵] نے سجود کی فلک کو | گرد کرۂ زمیں پھرایا

---

۱ شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اوسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲

۲ اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے بعد زندگی و دوام قرآن مجید سے ثابت ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت دیدار طالب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو لقاے ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مژدۂ جانفزا کہا ہے ۱۲

۳ مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب یعنے بے دیکھی چیز (جزا و معاد) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲

۴ اپنے جمال سے پردہ اُٹھا دے ۱۲

۵ سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرۂ زمین کے گرد سرگرداں پھر رہا ہے۔

وہ خاتم مرسلیں محمد ﷺ — جس نے ہمیں شرک سے بچایا
جب بندہ ہے تیرا۔ تو رہا کون — ق — پھر لائق بندگی خدا یا
تو واحد و بے نظیر ہوتا — تو حاکم و خالق برایا
تجھکو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل — یاں تک نقش دوئی مٹایا
یعنی[15] وہ فنا ازل سے ہے اور — اُس ذات کو کب زوال آیا
آؤ سے تری حمد کا توہم — یہ حوصلہ ہیں کہاں سے لایا
کام آئی نہ شوخی خموشی — دل کی تپشوں نے جب ستایا
ہوں[16] بندۂ شورِ عجز اور راک — ناکام کو کام سے لگایا
کیا جانئے[17] ایسے بے زباں نے — کس طرح یہ شور و غل مچایا

[15] محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی مثل آپ ہے یعنے بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے کہ اس میں بھی دوئی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ لیتے خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے اور ذات باری عدم و زوال سے پاک

[16] شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ ممنت پذیر ہے اس لیئے کہ اُس کی بدولت باوجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجز معرفت سے راہ معرفت پائی یہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

[17] بے زبان سے مراد عجز اور راک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل سے مراد اُس کا ہنگامہ و جوش ہے

معلوم[۱۸] خرد کی نکتہ یابی	یاں علم نے عقل کو گنوایا
لاعلم[۱۹] لنا ہے یاد ہر چند	سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا
تھا[۲۰] دھیان میں عذر لایحیطون	جب سینہ میں دم ذرا سمایا
کیا صعب گذار ہے رہِ حمد	جبریلؑ کا پانوں لڑکھڑایا
چکر میں ہے عقلِ عرشِ اعظم	اُس نے بھی مگر تجھے نہ پایا
مرغانِ[۲۱] دراز اجنحہ کو	اس اوج نے خاک پر گرایا
ہے[۲۲] جزوِ ضعیف جوہرِ عقل	عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

۱۸ ظاہر ہے کہ علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے مگر حمد کے میدان میں جسقدر علم حاصل ہوتا ہے اسیقدر عقل کی حیرت بڑھتی ہے۔ پھر اوس سے کشود کار معلوم۔

۱۹ آیۂ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (ہمیں کچھ علم نہیں بجز اوسکے جو تونے بتایا ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنے عجز معرفت کے جوش نے مجھے اس آیت کا سب مفہوم بھلا دیا۔

۲۰ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بندے اُسکے علم میں سے کسی شے پر احاطہ نہیں کرسکتے بجز اُسکے جو وہ چاہے) جب سینہ میں دم گھٹنے لگا تو معرفت سے قاصر رہنے کا یہ عذر سمجھ میں آیا کہ وہ خود فرماتا ہے لا یحیطون الآیہ

۲۱ دراز اجنحہ بڑے بازو والے یعنے فرشتے۔ نہ حیرت و رشتۂ اندیشہ وصفت تو بس ہاں مرغ عقل از آشیاں ناخستہ عرفی

۲۲ عرفانِ الٰہی کی فکر و نظر نے جوہرِ عقل (روح القدس) کو اسقدر گھٹا دیا ہے کہ وہ بھی جزوِ ضعیف (انسان) کی طرح اپنی عاجزی کے معترف ہیں۔ اور میں اس اعتراف عجز میں اُن کا ہمزبان ہوں۔ گویا مجھ کو جزوِ ضعیف ہو کر اُنکی ہمزبانی کا شرف محض عاجزی کی بدولت نصیب ہوا۔

ق

ہیں روح قدس کا ہمزباں ہاں — یہ مرتبہ سخن نے بڑھایا

مومن ہے زبانِ عرضِ احوال — میں نے تجھے بے خود جتایا

رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھو — کیا ابرِ کرم ہے سر پہ چھایا

اللہ غمِ بتاں میں یک چند — بے فائدہ جان کو کھپایا

یہ عشق وہ بدبلا ہے جس نے — ہاروت کو چاہ میں پھنسایا

سمجھا نہ کہ ہے رہِ خطرناک — دین و دل و عقل کو لٹایا

حاصل نہ ہوا سوا ندامت — کس تخم کو خاک میں ملایا

کی گریے نے کتنی آبیاری — دریا مری چشم سے بہایا

گرداب مرے ڈبونے کو تھا — جو قطرہ کہ خاک پر گرایا

ہر حلقۂ دامِ آرزو نے — طوقِ لعنت مجھے پنھایا

دل گرمیٔ شوقِ شعلہ رو نے — کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا

گہ ساقیٔ سرخ لب کے غم نے — خونِ نابِ دل و جگر پلایا

ہم بزمیٔ ماہ وش نے گاہے — جوں بدرِ سحر تلک جگایا

بتخانہ کو رشکِ کعبہ سمجھے — گر شوق نے گرد کو پھرایا

تھا شورِ فداک[۲۳] جائے لبیک — اُس دشمنِ دیں نے گر بلایا

---

۲۳ فداک = تجھ پر فدا ہوں۔ لبیک کے معنے ہیں میں حاضر ہوں لبیک اُن الفاظ میں سے ہے جو مناسک حج میں کہے جاتے ہیں۔

کرتے رہے شکر بخت بیدار	ساتھ اپنے صنم نے گر سُلایا
بوسہ جو دیا ذقن کا گویا	سیبِ خلدِ بریں کھلایا
بے خبری کہا جس کی	تھی واجب و فرض اُسے بھلایا
روٹھا کوئی نازنین صنم گر	سوگند و دروغ کھا بٹھایا
کتنی ہی قضا ہوئیں نمازیں	پر سر کو نہ پاؤں سے اُٹھایا
گل پیرہنوں کی آرزو نے	اکثر خز و پرنیاں [24] پہنایا
آیا نہ کبھی خیال حج کا	لُوا سو بار گو کھچایا
نیت ہی کبھی توڑنے کی گویا	گر اُس نے نماز میں ہنسایا
افسوس شکستِ صوم کیسو	یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا
واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی	کتنا ہی عذاب سے ڈرایا
ہر چند کہ قول ناصحوں کا	کچھ تلخ نہ تھا و لے نہ بھایا
توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو	توبہ ہی پہ زور آزمایا
اللہ مرے گناہ بے حد	وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
ہے عام خطاب یا عبادی [25]	اس نے تو مجھے آسرا بندھایا

[24] خز و پرنیاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے

[25] ٹکڑا ہے پوری آیت کا جسکے معنے ہیں اے میرے گناہگار بندو میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ وہ آیۂ کریمہ یہ ہے یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۵

عالم میں نہ ہووے گا وگرنہ — مجھسا کوئی مُنکرُ السَّجایا[۲۶]
کیونکر نہ ہو تیری آس تو نے — افلاک کو بے ستوں تھایا
اُس دام سے مجھکو تو چھڑا دے — داؤد[۲۷] نے جس میں دل پھنسایا
دل زلف سے ہو رہا تو جانوں — زندانِ فرنگ سے چھڑایا
وہ عشق دے جس کا نام اسلام — وہ شیوہ نبیؐ نے جو بتایا
وہ نعرہ عِلمہٗ بحالی[۲۸] — جس نے کہ اُس آگ کو بجھایا
ق
کچھ آب زنی کرے نہیں تو — سر نارِ جحیم نے اُٹھایا
مجکو بھی بچا لے جیسے تو نے — یوسفؑ کو گناہ سے بچایا
وہ رفعت حال دے کہ جس نے — منصور کو دار پر چڑھایا
اُوسکا مرے دل پہ ایک پرتو — جس شعلہ نے طور کو جلایا
مومن کہے کس سے حال آخر — ہے کون ترے سوا خدایا

---

[۲۶] منکر السجایا بُری عادتوں والا۔

[۲۷] اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے ایک لشکری کی بیوی کو دیکھ کر اُسکی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اُسکے شوہر کو جہاد میں بھیجا کہ شہید ہو جائے چنانچہ اُسکی وفات پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآنِ شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

[۲۸] علمہٗ بحالی حَسْبِی عَنْ سُوَالِی (اُسے خود میری حالت کا علم ہے سوال کی کیا حاجت) سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پرسش حال کے وقت کہا تھا جب آپ آگ میں ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے یہی آتش نمرود مُراد ہے آب زنی پانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس [1] — کہ جیسے صبح شب ہجر نالۂ خروس

ہے اس طرح فرح انگیز کوکوئے قمری — کہ جیسے فتح مظفر میں شور غلغل کوس

نوائے طوطی شکر فشاں کی لذت سے — سماع و رقص میں اہل مذاق جوں طاؤس

غبار صحن چمن کیمیائے عیش و نشاط — بہار [2] لالہ و گل سیمیائے عرض شموس

صفا [3] سے وہ در و دیوار باغ کا عالم — کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس

رہے فریب صفا [4] خاک بر سرے گلچیں — پڑے جو وسعت گلزار میں گلوں کے عکوس

ہجوم سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی — زمیں پہ چادر مہتاب بن گئی ہے سندوس [5]

---

۱ طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے، یعنی مانوس طرب (مسرت انگیز) = خروس = مرغ۔

۲ لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں ہزار سورج نظر آ رہے ہیں سیمیا = علم نیرنجات یا شعبدہ بازی۔ عرض کے معنے پیش کرنا اور شموس جمع ہے شمس کی = سورج۔

۳ اسقدر وفور صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔

۴ صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں تو دھوکے سے گلچیں انکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی بجائے خاک پہ ہاتھ ڈالتا ہے۔

۵ سندوس [illegible]

ہوئی ہے سقفِ فلک مانع قد افرازی[6] — وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس

ہے ہو کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگِ راہِ نسیم[7] — بنا ہے شبنمِ گل آبگینۂ فانوس

خزانہ خاک میں ہر تنگدل ملاتا ہے — زبسکہ لفظِ خزاں جانتے ہیں سب منحوس

نوید مالکِ گلزار کو۔ کہ زر کی جگہ — ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنجِ دقیانوس[8]

یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا — مگر دیا ہے گل و سبزہ نے اُنھیں ملبوس

چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں — شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس

خمیدہ شاخ سے یوں تک گل چمکتا ہے — کہ جیسے طرح بھڑک اُٹھے مشعلِ منکوس[9]

پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں — کہ سن کے بس جسے رہ جائے سن ہی بلبلِ طوس[10]

---

[6] بید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اوتنا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے، مومن کی مراد یہ ہے کہ اگر سقفِ فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بجاے اس الٹی ترقی کے آسمان سے بھی اُونچا نکل جاتا۔

[7] فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت بہار کا یہ عالم ہے کہ شیشۂ فانوس شبنمِ گل معلوم ہوتا ہے لہذا مانع نسیم نہیں ہو سکتا۔

[8] دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے۔ جو اصحاب کہف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

[9] مشعل منکوس۔ الٹی مشعل۔

[10] بلبل طوس فردوسی طوسی۔

مطلع ثانی

[۱۱] زبان لال کہاں اور مرغ تاج خروس — گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس

[۱۲] ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے — پرستش گل خورشید میں ہے گرم مجوس

[۱۳] شگفتہ تر ہے چمن روضۂ جنت سے — ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشین ہے عبوس

[۱۴] خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار — عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

[۱۱] زبان لال گونگی زبان۔ تاج خروس۔ ایک سرخ پھول کا نام ہے جسے کلغہ بھی کہتے ہیں۔ شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروس ہے یا تاج کاؤس کا لعل جو زمیں پہ گر پڑا ہے۔ کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ۔

---

[۱۲] مجوس (آتش پرست) بجائے خورشید کے گل خورشید (سورج مکھی) کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (رشک) کیوں نہ ہو اوسکو پروا نہیں۔

[۱۳] عبوس = ترش رو۔ صومعہ نشین زاہد کے ترش رو ہونیکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بہار باغ جنت سے کہیں زیادہ دلفریب ہے اس سبب سے زاہد کو جو جنت کا مشتاق تھا گراں گذرتا ہے۔

[۱۴] کابوس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نزلی کی وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار کا دماغ موسم کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کابوس میں مبتلا ہو جائے سبزہ کو اسکی افتادگی کی وجہ سے خوابیدہ کہنا شعرا کے یہاں عام ہے۔

ہے وحشتِ بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے [15] — نہ کیوں ہو شکلِ حماری کو نازِ شکلِ عروس

ہوائے سیرِ چمن زار کی وہ مستی ہے — کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

عجب نہیں مئے گلرنگ کی ہوس ہے اگر — خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو بھری محسوس

مزاجِ دہر میں یہ اعتدال آیا ہے — کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس [16]

عجب نہیں کہ بسانِ مگس عسل اُگلے — گر ان دنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس [17]

[18] نمو کا معجزہ صلِّ علیٰ کہ پھر گندم — ہوائے جنبشِ غربال سے بنے ہے سبوس

رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں — کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس [19]

[20] قبائے گل سے گر اطلس کو دیجئے تشبیہ — سیاہ پوش جعل ہو درونِ ماتمِ سوس

---

[15] شکل حماری اور شکل عروسی اقلیدس کی دو شکلیں ہیں۔ شکل عروسی باعتبار کثرتِ نتائج و مدد شکل حماری سے زیادہ ممتاز ہے۔

[16] الکیموس ہضمِ ثانی کو کہتے ہیں جو جگر میں ہوتا ہے۔ صالح الکیموس = وہ غذا جس سے خون زیادہ مقدار میں پیدا ہو۔

[17] ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ عسل۔ شہد۔

[18] قوتِ نامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ چھلنی کی حرکت کی ہوا سے بھوسی پھر گیہوں بن جاتی ہے۔ سبوس بھوسی۔

[19] افیوس ایک سیاہ پھل ہے جو بیحد مرطوب ہوتا ہے۔

[20] جعل گبریلا۔ سوس = ایک کیڑا جو ریشم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر قبائے گل سے اطلس کو تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ کے اثر سے سوس (جس کی غذا کپڑا تھا) اپنی غذا نہ پا کر بھوکوں مر جائے گا اس لیے اس کے ماتم میں گبریلا سیاہ پوش ہوگا۔ گبریلا سیاہ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعتِ حسنِ تعلیل آ گئی۔

قوائے نامیہ[21] کو ناگوار ہے کتنا | کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس

ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب | کہ پشت ماہی پہ گلہائے اشرفی ہیں فلوس[22]

کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی | کہ صرف رنگرزاں[23] ہو گئی بجائے ابوس

سرایت اُس کی آب وضو سے دور نہیں | جو سبزہ زار ہے ریش زاہد سالوس[24]

بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر | زیادہ تر کرے سیلان خون گلِ شاموس[25]

گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے | شمیم جامۂ یوسف کبھی نہ ہو محسوس

ہوا ہے بسکہ گلِ شمع بھی ہمہ عطر آگیں | عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس

یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تیزیاں | کہ ہے پیاز[26] کو لاف منافع بلبوس

---

۲۱ ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوس = ہضم اول جو معدہ میں ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ بدرجہ ہضم رابع تک منزلیں طے کرے بلکہ اوسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہونچ جائے۔

۲۲ فلوس مچھلی کے سفنے۔ فلوس چونکہ پیسوں کو بھی کہتے ہیں اس لیے گلہائے اشرفی سے تشبیہ دینا خالی از لطف نہیں

۲۳ صحیح لفظ زنگرز ہے رنگریز غلط ہے ابوس = زنگار۔

۲۴ سالوس = مکار۔

۲۵ گلِ شاموس = سنگ جراحت جسکی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روک دیتی ہے اور زخم کو خشک کر دیتی ہے

۲۶ موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی بلبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعوی ہے۔ بلبوس ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اُس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطرفروش — لغاتِ وَرد[۲۷] کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس
فسونگری[۲۸] دم مشاطۂ نسیم کی دیکھ — کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلف عروس
صفات[۲۹] آئے جو آئینہ ہوا میں نظر — لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس
صدا الگلی ہے ملکر ہوا سے کیا ہو فرق — کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس
عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے — شکم میں خستہ[۳۰] کے نشو و نمائے اصل السوس
غریق[۳۱] آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں — کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس

۲۷ قاموس (عربی لغت کی کتاب) میں لفظ وَرد (گل سرخ) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے ہلنے میں فیض بہار سے عطر کی خوشبو دیتا ہے۔

۲۸ زلف عروس کی گرہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ جب نسیم بہار زلفوں کو چھوتی ہوئی گذرتی ہے تو غنچہ ہائے زلف نافۂ مشک کیطرح عطر آگیں ہو جاتے ہیں نسیم کو مشاطہ مانا ہے اور اوسکی اس طرفہ کاری کو جادو۔

۲۹ خواص و عوارض (صفات وغیرہ) وہ چیزیں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قایم ہوں۔ نفوس سے مراد جواہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قایم بذات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینہ ہوا (لطافت کے باعث) اب اسقدر شفاف ہوگیا ہے کہ اوس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہوگئی۔ ۳۰ خستہ = بیمار

۳۱ میرا دل مایوس جو غنچہ کیطرح ناشگفتہ تھا ہوا کے اثر سے کھل گیا۔ اس احسان کی وجہ میں شرمندہ ہوں

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی — دم مسیح کو ہے جسکی حسرت پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہے — جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اُسکا — تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس[32]

جو شمع[33] بزم کہوں اُسکے روے تاباں کو — کتان وماہ بنے نور شعلہ و فانوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا — جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس[34]

جہاں مطاع[35] - شہنشاہ آفتاب نشاں — فلک سریر - قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ[36] چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ — یہ اوس کے حفظ سے ہے ملک عدل محروس

نگاہبانی عصمت سے وہ رواج حیا — کہ چار چشم نہوں نرگس وادافیوس[37]

---

۳۲ دختر طیموس = زلیخا - شعر میں استفہام انکاری ہے -

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں جامۂ کتاں پارہ پارہ ہوجاتا ہے - شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے روے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جاے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلۂ شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتاں کا -

۳۴ معاد نفوس - مخلوق کا عالم آخرت کی طرف لوٹنا - ۳۵ جہاں مطاع = جسکا جہاں فرمانبردار ہو

۳۶ کشور عدل میں حضورؐ کا اسقدر انتظام زبردست ہے کہ چوری تو بڑی بات ہے - سیاہ چشموں (معشوقوں) کو نگاہ چرانا بھی دشوار ہے

۳۷ ادافیوس - ایک قسم کا پھول جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں چار چشم ہونا دوچار ہونے کے معنے میں استعمال ہوا ہے -

سنتے ہے دور عدالت میں اوسکی شیر عرین[۳۸] شبان کی ضربت بیجا سے نالش جاموس

کروں میں دوں اوسے نیساں سے کسطرح تشبیہ کروں میں جان کے کیونکر ترقی معکوس

ق

کہ جسکی بخشش یکروزہ کو وفا نہ کریں ہزار سالہ گہربار سے قلزم[۳۹] و قاموس

یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس[۴۰] ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زا شموس

ہمیشہ عفو ترا طالب گنہ گاراں مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس

ترے[۴۱] حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کف افسوس

تری غلامی کی دولت سے خاک پا بلال رض سفیدہ[۴۲] رخ فغفور چین و خسرو روس

---

۳۸ آپ کے مبارک عہد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگر چرواہا بھینس کو مارتا ہے تو وہ شیر سے نالش کرتی ہے۔ عرین = جنگل۔بن۔ ۳۹۔ قلزم = سمندر۔ قاموس = سمندر

۴۰ عجوس = برسنے والا بادل۔

۴۱ دوزخ کے جلنے کی حسن تعلیل بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے یک گونہ نسبت ہے۔ اسوجہ سے اوسکے مقدر میں جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کف افسوس ملتی ہے۔ شعلوں کے باہمی تصادم کو کف افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

۴۲ سفیدہ = پاؤڈر۔

خمیدہ کس لیے نہ آسماں بنے تجھے بھلا ۔۔۔ نہ تھا ازل سے جو منظور ترا پابوس

بہا[۴۳] میں دیتی ہے ماہی دفینہ تا بہ زمیں ۔۔۔ یہ بڑھ گئی ترے سکہ سے قدر تا بفلوس

ہے احتساب ترا مانع لباس حریر ۔۔۔ نہ پھینک دیوے کہیں چرخ اطلس[۴۴] ملبوس

ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر ۔۔۔ نہ نکلے سعید ترسا میں نالۂ ناقوس

ہے مے[۴۵] کو تیری جہاں سوز نے جلایا ہے ۔۔۔ کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں ۔۔۔ نہ آسماں کے وار دن رہے مدام کیوس[۴۶]

فریب وعدہ یہ جھوٹی بتوں نے جھوٹی قسم ۔۔۔ سنا زبسکہ زباں سے تری وعید غموس[۴۷]

---

۴۳ فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنے پیسہ کے ہیں اور مچھلی کے سفنے کو بھی کہتے ہیں یہاں اس لفظ میں ایہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکہ رائج کی قدر و قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماہی زمیں بیش بہا دفینے دینے کو تیار رہے۔

۴۴ اطلس = جامہ ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اسپر کواکب نہیں ہیں۔

۴۵ حضور کی جہانسوز (جہاں کی جلانے والی) ممانعت کا یہ اثر ہوا کہ شراب جسکی آپکے امتناع نے منا ہی کر دی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فانوس شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

۴۶ کیوس جمع ہے کاسہ کی بمعنے پیالہ۔

۴۷ غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شرع میں عذاب کی وعید آئی ہے۔

دم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر میں — صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

دو نیم ہوں نہ تری شمشیر کے تصور سے — لبان ساغر خورشید کا سرہائے رؤس [48]

ملا دے گا وہ زمیں کا درخ سے نیزہ — بٹھا دے خاک پہ شیر سپہر کو دبوس [49]

اگر کہے نہ دے یا محمدؐ عزولی — عدوئے مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس [50]

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے — کہ تاب مہر سے جلتے رہتے ہیں مانند مجوس

براق اسپ ترا ابر دے فرشتہ رکاب [51] — کہاں ہو چشم بصر ایسے [illegible]

نہ جسکے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے [52] — وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا قربوس

---

۴۸ رؤس جمع ہے راس کی یعنے سر

۴۹ دبوس گرز آہنی یعنے جہاد میں حضور کا نیزہ گاو زمین اور نگا چرخ (برج ثور) کو ایک ساتھ پیوست کر لیتا ہے اور آپ کا گرز شیر سپہر (برج اسد) کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

۵۰ الکوس ایک پہلوان کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

۵۱ ابرو سے فرشتہ رکاب = وہ گھوڑا جسکے لئے فرشتہ کا ابرو رکاب کا کام دے محسوس ہوا ہوا۔

۵۲ قاب قوسین = دو کمانوں کا فاصلہ۔ حضور سرور عالم کے قرب معراج کی طرف اشارہ ہے یعنے جسکی سمجھ میں ماہیت قرب معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور ہرنے کا فصل دیکھ لے۔ قربوس = زین کے سامنے کا اٹھا ہوا حصہ جسپر کمان رکھ دیا تو سمجھا سکے اور وہ ہرنا کہتے ہیں۔

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں — نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعت بسوس[۵۳]

ترے خیال سے اصحاب کہف کو ہی چین — وگرنہ خواب کہاں اور زمان قیانوس

ظہور میں ہوئی تقدیم انبیاء کہ نہ تھا — ترے وسادۂ[۵۴] دولت پہ احتمال جلوس

شہا ستم ہے کہ ترے ہیچ خواں ہو کر — ہزار گونہ ستم روزگار رہا مانوس

کچھ انتہا بھی ہو آکے دور بیجا کی — ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں — نہ تاب لائے دل سخت زاہد سالوس

جفا کو آئے مری دل شکستگی پہ رحم — بلا کرے مرے احوال زار پر افسوس

ملے ہیں خاک میں کیا کیا ہنر فنون علوم — خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منحوس

حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر — کرے مقابلہ[۵۵] سر دفتر عقول نفوس

طبیب[۵۶] وہ ہوں کہ ہو سوز سینہ بلبل — نظارۂ رخ گلفام سے مجھے محسوس

---

۵۳ بسوس بنی اسرائیل کی ایک منحوس عورت کا نام تھا جسکے شوہر سے تین دعاؤں کے مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اوسنے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۵۴ وسادہ = تکیہ مسند۔

۵۵ اگر مجھ سے سر دفتر عقول و نفوس (عقل کل) مقابلہ کرے تو اسکے حواس جاتے رہیں

۵۶ گل فام (معشوق گلعذار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور گل کے تصور سے سینہ بلبل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

۵۷ جو ہوں معالج مبطوں تو قابضِ ارواح
کرے دعائے رواجِ طریقِ جالینوس

۵۸ درم ہو چارہ گر قبض تا بدستِ لئیم
کیا ہو میں نے جو تجویز وزنِ مغزِ فلوس

کروں جو گردشِ انجم کی میں سندی
فدا ہو وجد میں آکر روانِ بطلیموس

۵۹ گواہ عصمتِ مریم ہو کثرتِ اولاد
عقیمہ مجھ سے سنے گر بیانِ شکلِ عروس

۶۰ طلسم ماہ لکھوں گر پئے زباں بستن
بنائے مہرِ دہن چرخ نقطۂ جاسوس

۵۷ مبطون = وہ مریض جسکو اسہال کی بیماری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو معدہ کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۵۸ اگر میں کسی مریض کے لیئے مغز فلوس (املتاس) ایک درم (وزن) تجویز کردوں تو اُسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجائے کہ وہ بخیل کے ہاتھ کا قبض یعنے بخل تک دور کردے۔ مغز فلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۵۹ شکل عروس = اقلیدس کی ایک کثیر النتائج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بانجھ عورت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہو جائے۔ اور صاحب اولاد ہو گویا اُسکے کثرت اولاد دیکھکر دُنیا کو حضرت مریم صدیقہ رحمکے بطن سے حالت دوشیزگی میں سیدنا عیسیٰؑ پیدا ہوئے) کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ۶۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اوسکے خواص میں دشمن کی زبان بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطۂ جاسوس تک میں آسمان مُہر دہن کا اثر پیدا کردے۔ نقطۂ جاسوس = وہ نقطے جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیئے لگا دیتے ہیں

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو — پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدرلیوس[61]

جو میری نثر کے دیکھے لآلیِ منثور[62] — اُٹھائے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس

بفرض[63] گر کرۂ خاک کو کہوں دائر — شکستہ اسپ بگِلی ہووے پیشتاز فروس

فنونِ نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ — طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس[64]

مرے کلام ثریا نظام کا منکر — وہ تیرہ روز جو برجیس[65] کو کہے منحوس

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی — شریکِ درد ہوں محمود و نکتہ پرورِ طوس[66]

دئے ہیں میرے حسد نے زلیس ہزاروں داغ — روا ہے باندھئے گر عندلیب کو طاؤس

---

۶۱ ایک دعا ہے جو دو شخصوں میں جدائی کے لیئے پڑھی جاتی ہے زہرہ و خورشید کا اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنے معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ ۶۲ لیے پروئے ہوئے موتی۔

۶۳ بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا شکستہ گھوڑا بھی جاندار گھوڑوں سے آگے نکل جائے۔ ہیئت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فروس جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

۶۴ مٹا ہوا۔ ۶۵ برجیس = ستارۂ مشتری جسکو سعد اکبر کہتے ہیں۔

۶۶ نکتہ پرورِ طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی) اور اپنے بخل سے خجل ہو اور فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار لہذا دردل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش[۶۷] دیکھ کے رنگینیِ سخن کا مری — حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس

خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس اے حسن — کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس

ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر — ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت و بوس[۶۸]

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد — رہین داغ عدو کا رہے دل مایوس

۶۷ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور رنگولی ۔ مدروس ۔ پھٹا پرانا۔

۶۸ بوس = شدت غم۔

(۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں جیے کیونکر — ملک الموت ہے ہر ایک بشر

دادخواہوں کے شور سے دیکھو — چونک پڑتا ہے فتنۂ محشر

آئینہ نے بھی اس زمانہ میں — تیغ کے سے نکالے ہیں جوہر

آتش لعل[۱] شعلۂ جانسوز — آب نیساں ہے ایک بدگوہر

جسکو دیکھو سو مایۂ بیداد — کیا ہوا گر نہیں ہے سیمیں بر

ذکر انساں سے دیو بھی ہوں ہو — آدمی سے پری کو آئے حذر

ہے[۲] پئے اشتیاقِ ویرانی — شاہ فرہاد بے ستوں کشور

نہ امیروں کو پاسِ بندیِ عدل — نہ رعایا مطیعِ فرماں بر

۱۔ انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کایا پلٹ ہوگئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے شعلۂ جانسوز کا اثر رکھتا ہے۔ اور آب نیساں (جو موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہوگیا ہے۔ آتش لعل سے لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بنا پر شعلۂ جانسوز کہا ہے نیساں اور بدگوہر کی رعایت مخفی نہیں۔

۲۔ عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی آبادی کے بجائے ویرانی مدنظر رہتی ہے گویا بادشاہ فرہاد ہیں اور اُن کا ملک بےستون۔ بےستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرہاد نے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ فرہاد ایک مزدور تھا جسنے شیریں (ملکہ ایران) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہو رستمِ زماں کا خطاب — جو کرے قتل خسرو سالہ پسر

کمترین[3] خانہ زاد طعنہ زن — طرزِ حرفِ ملامتِ مادر

ہیں گدا پر غرور شیرویہ[4] — بگنہ جو کیا ہے خونِ پدر

چمن آرا کو رسمِ پیرائش — اک بہانہ ہے بہرِ قطعِ شجر

دشمنِ[5] جانِ عاشقاں دیدار — گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر

خاص وہ مایۂ دل آشوبی — جسکا بیمار غم نہ ہو جاں بر

وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو — رحم گر آئے نیم بسمل پر

وہ۔ نہ لی جسنے حال کی میرے — عمداً کیا۔ کہ بھول کر بھی خبر

وہ کہ مومن[6] کی ضد سے مومن ہو — یہ گر اُسکے لئے بنے کافر

ہائے مجھ سا عزیز ہو یوں خوار — حیف خورشید زیرِ خاکستر

---

۳ ذلیل سے ذلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں اپنے بچہ کو ملامت کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

۴ شیرویہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جسنے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرکے حکومت حاصل کی تھی۔

۵ محبوب کا دیدار بجائے جانفزا ہونیکے عشاق کا قاتل ہے گویا اسکی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژہ خنجر کا۔

۶ کافر معشوق کو مومن سے اسقدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اسکی خاطر کافر بنتا ہے تو معشوق اسکے جلانے کو مومن (صاحبِ ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نافہمی — مہِ اوجِ کمال فالِ[۷] اختر

اوسے دیتا تھا رحم نوشابہ[۸] — مجھے دی تھی جو عقلِ اسکندر

اوسے بلقیس گر بنایا تھا — میں بھی زیبندہ تھا سلیماں فر

زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوسے — مجھے لازم تھی شاہیٔ معجر

یاں بھی ہوتی کلاہِ[۹] زریں گو — تھی جو واں سر پہ گوہریں چادر

ملک پرویز چاہیئے تھا مجھے — اوسے شیریں خشم کیا تھا اگر

روتے ہیں تیری جان کو ظالم — ایک میں کیا کہ سارے اہلِ ہنر

سینہ صافوں کو سلکِ مروارید — نہ ملے جز سرشکِ دیدۂ تر

لبِ رنگیں بیاں ہے اور خوں ناب — تیرہ باطن ہے اور مئے احمر

---

۷ فالِ اختر = بدنصیب۔

۸ نوشابہ ملک بردع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکندر قاصد بنکر گیا تھا۔ اور بعد کو نوشابہ نے سکندر کو پہچان کر اوسکا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ آیندہ شعروں میں ملکہ سبا کی ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان ہو کر حضرت سلیمانؑ کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

۹ کلاہِ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنڈی لگی ہو۔ گوہریں معجر = موتیوں کا مقنع۔

قاضیِ[10] مشتری کمال سے ہیں ہندوانِ زحل شیم بہ تر
منشیانِ[11] عطارد آسا کو نورِ خورشید سوزِ حسرتِ زر
صدرِ[12] انجم شناس سے تاباں مہِ کامل کی طرح داغِ جگر
ہوس[13] خوشہ سے بسانِ مغاں عیدِ خورشید روزِ شہریور
من[14] و سلوا کباب مے آلود زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر

[10] قاضیِ مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سا کمال رکھتے ہوں۔ مشتری (برجیس) ایک سعد ستارہ ہے جسکو قاضیِ فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی خصلت رکھنے والے (کیواں) ایک نحس ستارہ ہے جسکو ہندوئے فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چھٹے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر۔

[11] عطارد جیسا رتبہ رکھنے والے منشیوں کو نورِ خورشید تو کہاں میسر ہاں زر کی حسرت میں جلنا نصیب ہے۔ عطارد ایک ستارہ ہے جسکو منشی یا دبیرِ فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زر کی باہمی مشابہت ظاہر ہے۔

[12] صدر = سینہ۔ انجم شناس = نجومی۔

[13] شہریور = کوار کا مہینہ۔ اس ماہ میں آفتاب برج سنبلہ میں (جسے فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہِ شہریور محض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لئے عید کا حکم رکھتا ہے اور لوگ آفتاب پرستوں کی طرح اوسکی خوشی مناتے ہیں۔

[14] من و سلویٰ = ترنجبین و بٹیر جو غیب سے بنی اسرائیل کے لئے بھیجے جاتے تھے زاہد بھوک سے اتنے بیچین ہو گئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو من و سلویٰ کی طرح نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

باکے الزام دستِ خالی سے　　فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر

آب[15] وناں کے لئے گرو رکھیں　　رستمانِ زمانہ تیغ و سپر

شعرا کو یہ آرزو ہے شعیر[16]　　خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر

کام آئے نہ نغمۂ شیریں　　طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر

سروران سپہر مرتبہ ہیں　　بسکہ جاہل نوازودوں پرور

کھا گئے وہ سرمۂ صفاہانی　ق　جیسے نکلے کمالِ نورِ بصر

دیکھے نرگس حسد سے جانبِ گل　　خوردہ بیں ہو گئے ہیں اہلِ نظر

واعظوں کی زباں پہ آتا ہے　　برملا شکوۂ قضا و قدر

---

۱۵ آب کی رعایت سے تیغ اور ناں کی مناسبت سے سپر کا لفظ لانا خالی از لطف نہیں

۱۶ شعیر = جَو۔ نیم خوردۂ خر۔ گدھے کا جھوٹا یعنے بچا ہوا کھانا۔ خوانِ عیسیٰ سے مراد وہ خوانِ نعمت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

۱۷ سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بیٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہلِ ہنر جن کو کمال اصفہانی ایسا شاعر نورِ بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عمداً سرمہ کھا لیتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے۔ اور بے ہنری کے لباس میں جا کر جاہل پرور امیروں میں رسوخ حاصل کریں نورِ بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے۔ واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا۔ اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے۔

بن[۱۸] دنداں سے کھائے نالِ قلم　　خوش نویسوں میں جو ہے سردفتر

کہے مفتی سوال کو واجب　　کسب مفقود جو ہوے یکسر

خاک[۱۹] اوڑاتا ہے پشت آئینہ　　دیکھکر زرنگار۔ آئینہ گر

کھلے پھولے ہیں بے خرد کیا دور　　بید مجنوں بھی گرلے آئے ثمر

سختی و کاہلی کی دولت سے　　دامنِ کوہ میں ہیں لعل وگہر

باندھتے ہیں سخن سرا موزوں　　کس طرح ہو نصیب سرو کو بر

جام[۲۰] نمرود کا فسانہ کہیں　　چارہ فرمائیے علاج سہر

---

۱۸ نالِ قلم = قلم کا ریشہ = سردفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جاے گا۔

۱۹ آئینہ گر پشت آئینہ کو زرنگار دیکھکر خاک اوڑاتا ہے کہ میری قسمت میں اتنا بھی زر نہیں ہے

۲۰ سہر = بیخوابی = نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ اوس پر بطور عذاب ایک مچھر مسلط کیا گیا تھا جس نے نمرود کے دماغ میں داخل ہو کر اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام نمرود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکمانے نمرود کے لیئے سات طلسم تیار کیئے تھے۔ اون میں ایک حوض بھی تھا نمرود اور اوسکے درباری اوس میں شراب وغیرہ دوسری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ ہے کہ افسانہ سننے سے نیند آجاتی ہے مگر تدبیر کی دانائی دیکھیے کہ نمرود کا فسانہ تجویز کیا

سنکے لَا یَحْتَسِبُ[۲۱] کا مژدہ ہوا — کافروں کو بھی گو نہ گونہ خطر
جب نہ تب والضحےٰ[۲۲] پڑھے ہی امام — مقتدی "ناسمین فلا تنہر"
قدردانی کا نام ہی نہ رہا — چند ناداں ہوے ہیں نام آور
اک امیر سخن شناس نہیں — لاکھ ہیں شاعرِ شنا گستر
کہئے گر بادشہ کو عرش سریر — کہے پیری بلا کو ہو چکر
صدر ارسطو کہے سے مانے برا — حکما کو سنا جے کا فر
اے لب بادہ گوے ہرزہ درا — بس کہاں تک یہ ناستودہ سمر[۲۳]
کب تلک شکوۂ جفائے فلک — تا کجا طعنۂ قمر جا کر[۲۴]

۲۱ وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ (اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اوسکے لئے گذارہ کی صورت پیدا کر دیگا اور اوسکو ایسی جگہ سے رزق دیگا جسکا اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کریگا خدا اوسے کافی ہے) مطلب یہ ہے کہ جب متقی لوگوں کو جناب الٰہی سے یہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو بمقتضائے الدنیا جنت الکافر (دنیا کافر کے لئے جنت ہے) اس اور بے فکری کی زندگی بسر کر رہے تھے خطرہ پیدا ہو گیا اور اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ہماری عیش و تنعم اہل تقویٰ کے مفاد پر قربان نہ کر دیا جائے۔

۲۲ فلا تنہر جز ہے پوری آیۂ کریمہ کا۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْہَرْ (سائل کو نہ جھڑک) آیت سورہ والضحےٰ میں ہے

۲۳ ناستودہ سمر = بیہودہ افسانہ ۲۴ قمر جا کر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنی جا کر قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک دور قمر مانا گیا ہے۔

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام ۔ ایسی باتوں سے خامشی بہتر

پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی ۔ حبّذا حبّذا کہیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر[25] ۔ ہونٹ سینے دے گر نصیحت گر

جو مری سُن لے میں بھی اُسکی سنوں ۔ کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر

کیا کہوں جی پہ کیا گذرتی ہے ۔ یہ ستم کس کو آے گا باور

اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں ۔ یار ہو بخت یا فلک یاور

ہے یقیں یہ کہ خاک ہی میں ملے ۔ آرزوئے وصال سیمیں بر

نکلے ارمان کیا کہ نکلے ہیچ ۔ نالہاے شب و فغان سحر

دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم ۔ گر نہ ہو روے التفات ادھر

تاب رخسارہ دتیرہ روزی سے ۔ وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر

نہ کوئی مایہ دار حُسن اتنا ۔ نہ کوئی مجھسا عاشق بے زر

وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم[26] ۔ رکھے مستوجب کرم کو مگر

مانعین زکات ہیں اغیار ۔ ق ۔ یاد ایام نصفت سرور

---

[25] نصیحت گر = ناصح یہاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیئے باوجود مفلسی سونے کی سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

[26] حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنہوں نے فرضیت زکاۃ سے انکار کیا تھا یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے

مسند آرائے محفلِ تقدیس — اولیں جانشینِ پیغمبر

خاکساری پسند عرش مقام — آدمی صورت و فرشتہ سیر

مُلکِ دل سریرِ جاں خرگاہ — شاہ دیں تاجِ معدلت کشور

سینہ سرشارِ مہرِ یزدانی — چشم لبریزِ جلوۂ محشر

لب وہ آبِ حیات جسکے لئے — تشنہ کام صد آرزو کوثر

آرزو[27] پابوس میں ہے خورشید — ذروۂ اوج پایۂ منبر

چرخ[28] وہ آشوب دور میں اسکے — جوشِ یاجوج و سدِّ اسکندر

کیا گِنے کوئی خوبیاں اس کی — اک سخاوت شمار سے باہر

لکھیے اس ہاتھ کو جو تیجۂ مہر — ذرہ پاوے رواجِ خوردۂ زر

ذکر میں اس کی جود پیہم کے — مبتدا ایک ہے ہزار خبر

خاک بیز اس گلی کا ڈالے ہے — خاکِ مذکور گنجِ قاروں پر

ہم بہا[29] اسکی در فشانی سے — تارِ اشکِ یتیم و سلکِ گہر

---

۲۷ خورشید ممدوح کی قدمبوسی کی خواہش رکھتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایۂ منبر تک پہونچنا اسکے لیے اعلیٰ درجۂ شرف ہے۔ ذروہ = بلندی۔ آفتاب کا شرف اسوقت ہوتا ہے جب وہ برج حمل میں جاتا ہے

۲۸ چرخ بجائے مصدر آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے ہے جس طرح سدِّ سکندری قوم یاجوج کے جوش کو۔ یاجوج ماجوج دو مفسد قومیں تھیں جن کے روکنے کے لیے سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار بنا دی تھی۔

۲۹ آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا ہم قیمت کر دیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات ملکِ خاقان و حشمتِ قیصر

کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے پنجۂ خور کو اُس کا دست نگر

خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے بھولے عاشق حکایتِ دلبر

دم بھرے اُسکے کوے دلکش کا باغ جنّت میں بھی نسیمِ سحر

اسکے ہے کین و دشمنی اُسکی قدر کاہ و بہاشکن یکسر

ربط[۱۳۰] سے زخمہائے اعدا کے ق قطرۂ خوں ہو مشک بارِ دگر

رافت[۱۳۱] اُسکی ہو جب ضعیف نواز آب ہو جائے شرم سے عنبر

جب اُولوالفضلِ منکم[۱۳۲] اسے حاسد اُسکے حق میں کہے جہاں داور

---

۱۳۰ جو ممدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ کے دشمنوں کے زخموں پر (زخم صاف کرنے کے لئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور ناچیز قطرۂ خون بن جاتا ہے۔ مشک، ہرن کا خون ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد منجمد ہو کر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۱۳۱ عنبر مشہور خوشبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ضعیف ہوتا تو ممدوح کی نگاہ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت

۱۳۲ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى (الآیۃ) (تم میں سے بزرگی اور مقدرت والے اپنے قرابت داروں کو دینے دلانے کی قسم نہ کھالیں) یہ آیت حضرت صدیق رضؓ کے حق میں نازل ہوئی تھی جب اُنھوں نے اپنے ایک قرابت دار بدری صحابی کا وظیفہ اُن کی خطا پر ناراض ہو کر بند کر دیا تھا۔

افضلیت میں کیا سخن ہے یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر
حکم سے اُسکے بے سر و ساماں سر جم سے اُتار دے افسر
اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلع ثالث

اے مسیحا دم رواں پرور زندگی بخش دین پیغمبر[۳۲۲]
گرمیٔ التفات سے تیری خشک ہو عاصیوں کا دامن تر
ہے سراپا تو مہرۂ تریاک[۳۲۳] تجھ کو کیا نیش مار سے ہو ضرر
ہے ترے خار جیب کا قصہ شریان[۳۲۴] حسود کو نشتر
تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری پست کاشانہ ہے فلک منظر
قصر جاہ و جلال میں تیرے فخر کیواں ہے پاسبانیٔ در
ذرۂ خاک در کی تابش سے جل گیا مہر آتشیں پیکر

[۳۲۳] ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیق اکبر کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جسمیں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا حاصل ہوئی۔ مہرۂ تریاک جو سانپ کے زہر کو دور کرتا ہے۔

[۳۲۴] ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہ خدا میں اپنا تمام گھر بار لٹا دیا جسم ڈھانکنے کے لیے صرف ایک کمبل رہنے دیا جسکو کھولنے کے خیال سے کانٹوں سے سی لیا تھا۔ شریانِ حسود = حاسد کی رگ۔

گر تری بے رضا کرے گردش — ٹوٹے دولا سے چرخ کا محور

ماجرا سن کے تیغ کا تیری — الاماں الاماں کہیں کافر

ذکر کرنے زبان کٹتی ہے — کیا بیاں کیجے تیزیِ خنجر

دیکھ کر گرز خارہ دار ترا — ہو زرہ فرقِ خصم پہ مغفر[۳۵]

تیری چین کمندِ دلکش کا — دم بھرے جو نہ ہو دمِ اژدر

کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے — قلعۂ سپہر چرخ پر ترا لشکر

ق

کہ ہے قدسی گروہ ملک فطرت — جیشِ منصور میں ہر ایک بشر

تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گھر — جلتے دل ہیں پہ عشقِ آذر

دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف — ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر

خطِ نصف النہار[۳۶] ہو محسوس — گر فلک کو عدو بنا لے سپر

دورِ نصفت[۳۷] میں تیرے فتنہ کا — پاس اصحابِ کہف کے بستر

---

۳۵ مغفر (خود) زرہ بن جاتا ہے یعنی زرہ کی طرح اس میں سوراخ پیدا ہو جاتے ہیں۔

۳۶ خط نصف النہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو ڈھال کی جگہ کام میں لائے تو خط نصف النہار (باوجود خط موہوم ہونے کے) محسوس ہونے لگے گویا آسمان کی ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔

۳۷ اصحاب کہف چند خدا پرست لوگ تھے جو دقیانوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ آ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے جس میں وہ اب تک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپ کے انصاف کی وجہ سے فتنہ و فساد معدوم ہو گیا گویا اصحاب کہف کے پاس سو رہا ہے۔ کہف - غار

تو وہ عادل کہ ذکر کسریٰ میں — عدل کی تجھ سے داد چاہے عمر

نرد بازوں کو عہد میں تیرے[38] — شش جہت جیسے مہرۂ ششدر

وزد چوری سے جی چراتے ہیں — گو نہ ہووے ذرا مقام خطر

فتنہ سازوں کو وہم فتنہ نہیں — دل ترا ہے جو کاشف مضمر

بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے — کفِ مارِ سم ہے مئے احمر

خمِ واژوں[39] فلک سبو سے تہی — دور بگذشتہ گردش ساغر

عیب جو خوردہ بیں کا یہ احوال — دو پہر کو فلک نہ آئے نظر

ذکر میں انتظامِ حق کے ترے[40] — مترادف ترحم و کیفر

خوفِ عصمت سے تیرے آئے جو پاس — شمع پروانہ کے جلا دے پر

لکھے گر ہے ترا اشتق بالفرض — صفحہ سے محو ہو خط مسطر

---

[38] چونکہ آپ کا احتساب لہو و لعب سے مانع ہے اسلئے نرد چوسر کھیلنے والے مہرہ ششدر کی طرح حیران ہیں اور اُن کو کوئی راہ نہیں ملتی - مہرۂ ششدر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے ہیں جو پیچ ہو جائے اور چھیوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے -

[39] آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اُٹھ گیا اسلئے شراب کا خالی سبو خم واژوں کے حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش گزرا ہوا دور سمجھا جاتا ہے یعنی سبو اُلٹ دیئے گئے ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے -

[40] آپ کے انتظام برحق میں انعام و پاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ کسی کو سزا بھی دیتے ہیں تو دراصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں -

زر و سیم نثار کردہ ترا | ہے عروسِ زمانہ کا زیور
میں اب کر دعا کہ سنتا ہے | تیری تقریر گوشِ دل سے اثر
جب تلک گردشِ سپہر سے ہے | انتسابِ حدوثِ نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام | تیرے اعدا ہمیشہ فال اختر
جب تلک اس تیرہ خاکداں میں ہے | کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غولِ صحرائی | تیرے پیرو ہوں پیشوا سے خضر
نیکخواہ اور خوبیِ دارین | بد سگال اب سے خوار تا محشر

---

(۱۴) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

پیچ اس کی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل[۱] | تو بوالہوس کا بھی ہرگز کبھی نہ چھوٹے دل
تم اور حسرتِ ناز آہ کیا علاج کروں | میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
اشتہیہ حورِ بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں[۲] | کہ برہمن ہوں تو ردکردۂ بتانِ چگل

۱۔ اسلیے کہ میری مشکل کی گرہ محبوب کے خمِ زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب ہوس کا غلام ہے عشق کا بندہ نہیں۔

۲۔ میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے منہ نہیں لگاتے۔ جب یہ حال ہے تو حورِ جنت کا وصال معلوم۔ چگل۔ ترکستان کا ایک حسن خیز شہر۔

وہ شوخ برق عناں خاک میں ملا دیوے ۔۔۔ اگر ہو حسرت دنبالہ گردی محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا ۔۔۔ غضب ہے شوق رسائی و دوری منزل

میں کیونکہ[3] مطربۂ مہر وش کو رام کروں ۔۔۔ چلے نہ زہرہ پہ زنہار جادوئے بابل

مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور ۔۔۔ بلائیں ہوں شبِ یلدا[4] میں چرخ سے نازل

مزہ ہے وصل کا ہجراں سے پیشتر لینے[5] ۔۔۔ گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بیگناہ ولے خوں بہا معاف کیا ۔۔۔ کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہو قاتل

خدا سے ڈر بتِ بیدرد یہ ہے کیا انصاف ۔۔۔ کہ تو جفا سے نہو اور وفا سے ہوں میں خجل

جو سیکھے[6] فتنہ گری رنجِ عشق سے یاجوج ۔۔۔ نہو سکے کبھی سدِ سکندری حائل

یہ کیا غضب ہے کہ تمکو تو ربط غیر سے ہو اور ۔۔۔ مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پذیر ہو میرے غبار دل سے تو زنگ ۔۔۔ فنا سے آئینہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

---

[3] کیونکہ = کیونکر - یہ ایک بے سرو پا افسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پہ عاشق ہونا اور پھر اُس مطربہ کا آسمان پر ستارہ بن کر اُڑ جانا بیان کیا جاتا ہے۔

[4] یہ نحوست اسلیے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے۔ شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات۔

[5] ہجر کے بعد اگر وصل میسر ہو تو بیسود پھول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل۔

[6] اگر قوم یاجوج عشق سے فتنہ گری سیکھ لے تو سدِ سکندری بھی اُسکو نہ روک سکے۔

میں اپنی کشتی طوفان سپارشے سے خوش ہوں[۷] | کہ بحرِ عشق میں کامِ نہنگ ہے ساحل
وصالِ غیر کے طعنوں سے بھی جلا اُس کا | کہاں وہ گرمیِ صحبت کہ خود ہوا ہوں خجل
نئی طرح سے میں کرتا ہوں اب غزل خوانی | عدو بھی چاہیے اس زمزمے کے ہوں قائل

مطلع ثانی

دل اب کی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل | کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل
فغاں کہ دلبرِ خود کام سے پڑا مجھے کام | حصول کا رہے بیکار و سعیِ بے حاصل
وہ تند خو کہ اگر جور سے پشیماں ہو | تو ہر عذر کرے نازہائے تاب گسل
وہ پُر فریب[۸] کہ ہو دل نشیں تغافلِ ناز | ہمیشہ حالتِ عاشق سے گرچہ ہے غافل
وہ سخت گیر کہ رہے نہ طاقتِ جنبش | تو نیم جان غمِ عشق کو کہے کاہل
وہ بیوفا[۹] کہ مکر جائے جاں شکستن تک | کرے جو وعدۂ روزِ جزا دمِ بسمل

۷ گویا عشق کے دریا میں لقمۂ نہنگ بننا ساحلِ مقصود پر پہونچنا ہے۔ یا ساحلِ مقصود پر پہونچنا لقمۂ نہنگ ہونے کے برابر ہے۔ بہرحال شعر میں محبت کی ایذا پسندی پر زور دیا گیا ہے۔

۸ معشوق کی ادائیں اسقدر عاشق فریب ہیں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور اِدھر دل کو تغافلِ ناز کا گمان ہوتا ہے۔ تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود ایک گونہ التفاتِ نہانی کا پتہ دیتا ہے۔

۹ اُس کے وعدے اسقدر کم دیرپا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق) کی جانکنی کے وقت قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم توڑتے تک فوراً مکر جاتا ہے۔

وہ شمعِ انجمنِ ناز ہائے حوصلہ سوز / جو سمجھے خواریِ مشتاق رونقِ محفل

وہ جنگجو کہ اگر سہئے رشک دشمن بھی / تو بیحیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل

وہ بے نیاز کہ لیلےٰ بھی گر رکاب میں ہو / نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پسِ محمل

وہ بے شعار و طرحدار و دلربا جس سے / اُمیدِ وصل خطا۔ ترکِ آرزو مشکل

وہ شوخ بے سبب آزار و سنگینہ خونریز / کہ جرمِ[1] قاتلِ عثمان کا نہ ہو قائل

وہ نکتہ داں کہ تقیہ[11] کو اصلِ دیں کہے تا / دمِ شکایتِ عاشق ہو جفا سے خجل

وہ دور بیں کہ خدا پر کرے بدا[12] ثابت / نہیں ہے غیر بس اعتماد کے قابل

وہ کج ادا صنمِ خود پسند کافر کیش / کہ جسکے زعم میں باطل حق اور حق باطل

وہ فتنہ گرِ بتِ عہد ناشناس ناانصاف / جو فرضِ عین سمجھے کینہ وا ہر عادل

امامِ اہلِ تقیہ شہریارِ کشورِ جہل / امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مقتل

---

[1] حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہلِ مصر کی بغاوت کے باعث ۳۵ھ میں شہادت پائی۔

[11] محبوب ایسا نکتہ داں ہے کہ جب عاشق ظلم کی شکایت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی جُسے ستم سمجھتے ہو یہ در پردہ کرم ہے۔ اور جسے جفا کہتے ہو اصلاً وفا ہے گویا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد اسی مصلحت پر مبنی ہے تقیہ = کسی خوف سے امرِ واقع کے خلاف اظہار کرنا۔

[12] بدا = کوئی فیصلہ کر کے اُس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیر (رقیب) قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اُس پر اعتماد ہے اسلیے غیر کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بدا ثابت کرتا ہے جس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ جب خدا باوجود ثبوتِ بدا قابلِ اعتقاد ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بلند پایہ عمرؔ جسکے قصرِ رفعت کا — گدائے خاک نشیں بنائے آسماں منزل

جو شمسؔ شمسۂ[۱۳] قصر اُسکا ہو تو ہندسہ داں — کریں نہ مدخلِ ظلّ سے تمیز مخرجِ ظلّ

شہِ سریرِ خلافت سپہرِ کمال — محیطِ ابرِ نوال و سحابِ دریا دل

وفورِ بذل و کرم یوں پکارے کہتا ہے — کہاں ہے معن[۱۴] کریم اور حاتمِ باذل

یہ احتساب[۱۵] کی اُسنے نئی نکالی راہ — ہوا وفورِ سخاوت سے مانعِ سائل

حسابِ دفترِ احسان[۱۶] کا اُسکے مشکل و سہل — کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدِ فاضل

جو ہووے تلخیِ خصمِ لئیم سے تشبیہ — کوئی بلید[۱۷] تو سقمونیا نہ ہو مسہل

---

۱۳ شمسہ = چھتری اور زریں قرص جو کلس میں لگی ہوتی ہے۔ اگر سورج کو ممدوح کے محل کے شمسہ ہونے کا شرف میسر ہو تو پھر سورج کی روشنی نصف النہار کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو اور سایہ کا پتہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز ناممکن ہوگا۔

۱۴ معن = عرب کا ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ باذل سخی۔

۱۵ احتساب شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی ممدوح نے احتساب کا یہ نیا طریقہ نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

۱۶ حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مدِ فاضل ہی شمار کرنی ہے اور مشکل یوں ہے کہ محض اسی ایک مد میں آپ نے اسقدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

۱۷ - یعنی ممدوح کے دشمن کی تلخی کے سامنے سقمونیا کی تلخی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ سقمونیا: ایک کڑوی دوا جو مسہل میں دی جاتی ہے۔ بلید = کند ذہن۔

رہے نہ بیم خسوف[18] اور نہ احتمالِ ہبوط | جو اُسکی رائے سے ہو مستضئی مہِ کامل
معاندو۔ جو کہا ختمِ رسالت نے | کہ تیرے بعد[19] نبوت کے تھا عمرؓ قابل
یہی خلافتِ راشدکی اسکو بس ہے دلیل | یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل
بڑھا ہے پایۂ الہام رائے صائب سے | کہ مشورے[20] پہ ہوئی اسکے وحی بھی نازل
یقیں کہ راہنمائی ہے پیروی اُسکی | نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہے دیو مضل[21]
مثال عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط | کہ بُت پرست کہاں فارقِ حق و باطل
رواجِ حسنِ عمل تیرے دور میں یہ ہوا | کہ گفتگو[22] میں بھی مرفوع ہو گیا فاعل
یہ جوشِ خانۂ کفار کی خرابی کا | کہ خود گرائے کلیسا کو راہبِ خاملؔ[23]

ق

۱۸۔ خسوف = گہن۔ ہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقررہ سے پستی کی طرف آنا۔
مستضئی = روشنی حاصل کرنیوالا۔
۱۹۔ ترجمہ ہے حدیث شریف لَوْكَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ کا۔ سجل = فرمان۔
۲۰۔ مختلف امور میں ایسا ہوا کہ جو مشورہ عمر فاروقؓ نے سرور عالم کے حضور میں پیش کیا اُسی کے مطابق وحی الٰہی بھی نازل ہوئی۔
۲۱۔ مضل = گمراہ کرنے والا یعنی شیطان۔ اسمیں اشارہ ہے حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ کیطرف
۲۲۔ آپ کے عہد میں حسن عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہو گیا۔ مرفوع کے معنی ہیں صاحب رفعت و بلندی۔ نیز وہ لفظ جسپر رفع (پیش) ہو۔ عربی گرامر میں قاعدہ ہے کہ فاعل پر رفع ہوتا ہے۔ فاعل اور مرفوع میں ایہام ہے۔
۲۳۔ راہب خامل = درویش گوشہ نشیں۔ راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد
کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک سرورِ بازل

وہاں صلہ میں نعیمِ جناں کی ہے امید
اگر ہو لطف ترا میرے حال کے شامل

وحید[27] عصر ہوں میں یا عقلِ اولیں ہے گواہ
فرید دہر ہوں میں صفحۂ زماں ہے سجل

یہی صلہ ہے یہی ممدوح مجھکو زیبا تھا
یہی سخن ہے یہی مداح تھا مرے قابل

یہ وہب[28] ہے کہ مناجات کبریا جو کروں
تو انصتوا کہے ذاکر سے عابدِ شاغل

سنے جو شوقِ شبِ وصل مجھ سے ماہ لقا
کبھی[29] نہ گردشِ ایام ہو سکے فاصل

مری بیاض ہے وہ انتخاب کے نقطے
سپند[30] جسپہ ہوئے گردنِ بتاں کے تل

جہاں ہے ذکر مری دانش آفرینی کا
سفیہ[31] ہے وہ جو بہلول کو کہے عاقل

اگر پڑے مرے پیکِ خیال کا سایہ
گرا دے شاہ سواروں کو کر کے راجل[32]

۲۷- وحید = یگانہ۔ فرید = یکتا۔ عقلِ اولیں = حضرت جبرئیل جنکو عقلِ کل بھی کہتے ہیں۔ سجل = نامہ مہری مجازاً ثبوت۔

۲۸- وہب = بخشش۔ مراد بخشش غیبی ہے۔ انصتوا = خاموش ہو جاؤ۔

۲۹- میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر معشوق ماہ جمال شب وصل کا اشتیاق میری زبان سے سنے تو جدائی کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اسکے درمیان حائل نہ ہو سکے جب تک ماہ لقا حکایت شوق سنتا رہے شب وصل کا باقی رہنا ظاہر۔ یہاں ماہ لقا کی لفظ سے خاص فائدہ لیا گیا ہے۔

۳۰- سپند = اسگند جو نظر بد کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے۔

۳۱- سفیہ = بیوقوف۔ بہلول ایک درویش کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر بظاہر دیوانہ بنے رہتے تھے۔

۳۲- راجل = پیادہ۔

مرے کلام سے ہیں گونہ گونہ فائدہ مند ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل
یہ فیض[۳۳] دیکھ کہ اپنی خطا سے ہو آگاہ گر اعتراض کرے کوئی حاسد جاہل
یہ معجزہ مرے سحر حلال[۳۴] کا کہ ہے کفر ہر ایک سحر کی ملت میں جادوئے بابل
زحل[۳۵] پرست جو میری عزیمت منظوم پڑھے تو لخلخۂ مشک ہو دخان مُقل
اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور زمین میکدہ بے ابر آذری[۳۶] ہو گِل
ہے فرق لفظ جدید اور معنئ نو میں نہ کیونکہ جیب مرے آگے ہو افصح وائل[۳۷]

۳۳- اگر مجھ پہ کوئی حاسد جہالت سے اعتراض کرتا ہے تو فوراً ہی مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے۔ مومن اسکو بھی اپنا فیض بتاتا ہے کہ معترض کے جہل کو علم سے بدل دیا۔

۳۴- سحر حلال = شعر جو باوجود جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا حلال اور کفر کا مقابلہ واضح رہے۔

۳۵- اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا ہوا منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو بن جائے قاعدہ ہے کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں۔ عزیمت = منتر مقل = گوگل

۳۶- ابر آذری = وہ بارش جو پوس کے مہینے میں ہو۔ مہاوٹ

۳۷- افصح وائل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سحبان بن وائل ہے اُس میں یہ کمال تھا کہ سال بھر میں ایکمرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایکبار بولتا پھر کر نہ کہتا۔ یعنی وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معانی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں مومن — میاد طعنۂ طول مقال سے مبطل[38]
خموش تا بکجا لاف ہائے بے معنی — خموش تا بکجا ترہات[39] لاطائل
دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آمیں سے — اٹھا بٹھائیں گے فردونکو عرش کے حامل
نصیب[40] روز جزا جب کرے نزول جلال — زمیں پہ چرخ سے تخت شہنشۂ عادل
موافقوں کو بہشت و ترقی درجات — مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ اسفل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

ہے یہی حسرت دیدار تو مرنا دشوار — دم شماری کی مری عمر ہے تا روز شمار
بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم — راز دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار
دور اتنے رہے محرومی قسمت سے کہ ہم — سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتان فرخار[1]
دیکھ اتنا میں ترے عشق میں رویا کہ ہوئے — جلوہ گر مہر گیا[2] دشت سے لے تا کہسار

۳۸- مبطل = باطل کرنے والا کنایہ ہے مخالف سے۔

۳۹- ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس۔

۴۰- اس جملہ میں تخت شہنشہ عادل فاعل اور نزول جلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے

۱- فرخار ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے۔ یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور رہے کہ انکو معشوقان فرخار سمجھے۔

۲- مہر گیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں۔ اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلائق ہو جاتا ہے۔

بے سببِ قتل سے آیا نظر انجام اپنا — سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار[۳]

دھوم ہے تابشِ خورشیدِ قیامت کی مگر — مجھ سے اللہ نہ پوچھیگا عذابِ شبِ تار[۴]

وردِ سر میری شکایت نہیں ہیہات کہ — بزمِ دشمن میں جو مے پی تھی سو ہے اسکا ہی خمار

تاب بھی دیکھ کر اس بت کی تجلی نہ رہی — میری قسمت میں نہ تھا ہائے خدا کا دیدار[۵]

پہنے تو غیر کے بھیجے ہوے کنٹھے افسوس — دستِ گلِ خوردہ مرا ہو نہ گلے کا ترے ہار[۶]

خاک ڈالی ہے جو سر پر تو اسی کوچہ کی — یوں میں دیوانہ ہوں پر کام میں اپنے ہشیار

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے — میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

سیر کو باغ میں وہ شاخِ گل آ جائے اگر — سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرقِ چنار[۷]

۳۔ سمجھے بے سبب قتل ہوتے دیکھ کر رقیب کی آنکھیں کھل گئیں - اور اس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایکدن یہی انجام ہونے والا ہے - گویا میری خاکِ مزار اسکی آنکھوں کا سرمہ بنا گئی-

۴۔ تابشِ خورشیدِ قیامت کی بڑی دھوم ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذابِ شبِ تاریک ہجر نہ پوچھیگا ورنہ اس عذاب (تابشِ خورشید) سے کیا نتیجہ یعنی خورشیدِ محشر کی دھوم تبھی ہو کہ [illegible] کہیں عذابِ شبِ تار بیان نہ کروں-

۵۔ یعنے اگر اس امتحان میں پورا اترتا تو شاید آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی کی تاب لا سکتا - امید جو بہشتی [illegible]

۶۔ دستِ گل خوردہ = وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو-

۷۔ اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آ جائے تو اسکے سامنے قمری سرو و شمشاد کو بھی ایسا ہی حقیر سمجھے جیسے چنار کو - قمری کا عشق سرو شمشاد سے مشہور ہے-

ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں — ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جامِ سرشار

پرسشِ گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے[۸] — ہائے جو دشمنِ جاں تھا اُسے جانا دلدار

بے وفا بوالہوس اور آپ ستمگر سچ ہے — نہ تمھارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار

کیا ترا تیر مرا تشنۂ خوں ہے ظالم — واں سے آتا ہی کیے بازدہانِ سوفار

غیر کا ذکر ہوسناک سے کر اے واعظ — مجھ کو اُس شوخ کے سوا اور سے کیا ہے سروکار

میرے سینہ پہ قدم زور سے مت رکھ ظالم[۹] — ہاں نہ چبھ جائیں کہیں پا میں کہیں دل کے خار

کس کی دل گرمیِ بیجا نے جلایا جی کو — کہ ہے خاکسترِ گلخن مری خاطر کا غبار

پہلوئے خصم میں نہ جائے یہ خمار اے ساقی [?] — ہوں میں خمیازہ کشِ حسرتِ آغوش و کنار

بات میری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں — وہم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشقِ زار

غیر کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے — یہ نہ سمجھا کہ شرر سے کوئی نزدِ دیوار [?]

نورِ خورشید سے ہے جرمِ قمر کی تابش — مے سے ہو کیوں نہ فزوں حسنِ رخِ بادہ گسار [?]

بیمِ رسوائی اور اندیشۂ بدنامی سے — کیا کروں کر نہ سکا وحشتِ دل کا اظہار

۸۔ زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی۔ مرنے کے بعد پرسشِ گور کا خوف کھائے جاتا ہے۔ مردہ ہم فکرِ قیامت دارد۔ آرمیدن چہ قدر دشوار ست۔

۹۔ یہ مومن کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقے سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اُس میں اپنا فائدہ سمجھے۔ مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمھارے پاؤں میں کانٹے نہ چبھ جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا۔ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں (مومن)

تجکو دکھلا دوں تماشا میں جنوں کا اپنے | آ رہے کوئی پری وش جو ترے قرب و جوار
دیکھتا ہے ترے ابرو کیطرف یوں مہ عید[10] | جسطرح سوئے ہلال رمضاں بادہ گسار
تنگ ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا[11] | واں نکالینگے جہنم سے مجھے اہل دیار
شاد و شاد آئے عیادت کو وہ آخر تم | ایسے بیدرد پہ کرتا ہے کوئی جان نثار
اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم | کیا کریں یوں ہی نکالینگے ذرا دل کا غبار

مطلع ثانی

نیکنامی نہ سہی مجھکو ہے تم سے سروکار | چھوڑ دوں آج وفا گر ہو وفا سے بیزار
آ گیا لب پہ دم اور بات نہ پوچھی تم نے | بوسہ دینے کا اسی منہ سے کیا تھا اقرار
کس ادا سے مجھے کہتا ہے کہ حیواں ہو تم | چھیڑنے کو جو کہا میں نے اسے گلرخسار
گر تمہیں صحبت اغیار سے پرہیز نہیں | ہم بھی کچھ چارہ آزار کریں گے ناچار
سچ ہے مفلس کو نہیں عشق کی لذت [illegible] | زخم دل کے پیدا ہوا [illegible]
وہ چلے محفل دشمن میں جو تم نے لٹا | مجھکو چھیڑا نہ کرو تم سے کہا ہے سو بار

۱۰۔ یعنی مہ عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ اہل دیار کو میری صحبت سے تنگ آ گئی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو مدعا حاصل ہے کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دینگے۔ یہ مومن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام اہل دیار کے مآل کو ایک امر طے شدہ قرار دیتا ہے۔

[۱۲] پائے خم ہی تھی سزاوار - نہ زیبا ہوتی ... محتسب کے سر ناپاک پہ اپنی دستار

[۱۳] رنج کے بعد ملوں کیا - کہ رہائی معلوم ... ہاتھ آجائے جو صیاد کے رم کردہ شکار

فائدہ وصل ہو سنا کسے ؟ وہ بات کرو ... جس سے ہر دم مجھے رنجش ہو نہ تم کو آزار

[۱۴] کیا کہوں قصۂ طغیانی دریائے سرشک ... دیکھ لو آئینۂ چرخ ہے زیر زنگار

[۱۵] رشک وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے ... نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار

نقد جاں دینی تجلی کی نہ کہنا قیمت ... صبح محشر کہیں بن جائے نہ روز بازار

کیا ہو گر اُسکے ستم روز جزا بھی دیکھیں ... میں نے واعظ سے سنا ہے کہ خدا ہے ستار

دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا ... تھا سپہر ستم ایجاد کہاں کا مرا یار

بے مروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے ... آجکل کچھ نگہ لطف ہے سوئے اغیار

آپ دیکھا نہ سنا اور سے - پر جھوٹ نہیں ... تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں نہ کرنا انکار

۱۲- اس شعر میں کمال شوخی و رندی سے کام لیا ہے - کہتا ہے کہ محتسب نے چھین کر میری دستار باندھ تو لی مگر اُسکے سر پہ بھی نہیں ، اصل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خم ہی ہے - پائے خُم = خُم شراب کے نیچے - سر و پا کا مقابلہ ظاہر ہے -

۱۳- اب اس رنجش کے بعد میں معشوق سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا شکار (مومن) دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رہائی محال ہے -

۱۴- میرے آنسوؤں کا دریا بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا تھا - ثبوت یہ ہے کہ ابتک آئینہ چرخ زنگ آلود ہے اسی بنا پر آسمان کو خضرا یا سبز کہتے ہیں - قاعدہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے زنگ آجاتا ہے -

۱۵- رقیب فرشتہ (معصوم) ہی کیوں نہو تا ہم میرے رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک الموت کیطرح قاتل نظر آتا ہے -

۱۳ اے فہیم چاہیے مومن کی فراست سے حذر — کیا نہیں تونے سنا قصۂ شاہ ابرار

سو ہیں زیب دہ صدر خلافت عثمانؓ — جسکی مسند کے حسد سے فلک اطلس خوار

لطف سے اسکے زمیں غیرت باغ فردوس — خلق سے اسکے زبان شکوے دکان عطار

اسکے احسان فراواں کا جو مذکور چلے — کم ہو مستعمل تقریر بجائے بسیار

قلزم جود کا وہ جوش کہ پانی پانی — آگے غلطہائے کف دست کے موج انہار

ق

۱۴ آتش مہر حمل کر نہ بجھا دیوے کہیں — شعلۂ رشک سے جلتا ہے سحاب آزار

۱۵ بیر رومہ کی حکایت میں کہا رضواں نے — سلسبیل اسکے ہے دریائے سخاوت کا کنار

۱۶ گرہ آب ہو گر قطرۂ عمان ہمم — صدف چرخ کرے شکوۂ دامان بحار

۱۳۔ حدیث میں حضرت عثمان کے حق میں آیا ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ (مومن کی فراست و دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی کے ذریعہ سے دیکھتا ہے)

۱۴۔ سورج موسم گرما میں برج حمل میں ہوتا ہے اسلیے مہر حمل کہا ہے۔ سحاب آزار چیت کے مہینے کا بادل۔ مہر حمل کی تپش کو فرو کرنا سحاب آزار کا کام ہے۔ لیکن ممدوح کے قلزم جود کے جوش سے آتش مہر حمل کے بجھ جانے کا اندیشہ ہے اس بنا پر سحاب آزار کو رشک پیدا ہوا۔

۱۵۔ بیر رومہ مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے جو سیدنا حضرت عثمانؓ نے حضور سرور کائنات کے کہنے سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور جنت کی بشارت کے مستحق ہوئے تھے۔

۱۶۔ اگر پانی کے گرہ کو آپ کے دریائے ہمت کے قطرہ کی برابری میسر ہو جائے تو اسکا طوفان اس قدر بڑھے گا کہ صدف چرخ دامان بحار کی طغیانی کے شکوہ گزار ہو۔

دشتِ[۲۰] یاقوت فشاں ہووے لبِ جو وہ اگر
کوہِ سیلاں پہ ہنسے خاکِ قضائے گلزار

کرم[۲۱] اُسکا ہوا گر پایہ فزائے اعداد
ذروۂ عرش کو بھی صفر گنے حدِ شمار

ذکرِ بخشش میں بڑے جھڑتے ہیں منھ سے موتی
مدح خواں کے ہیں یہاں صلۂ بخشش اذکار

اُسکے تمکیں سے اگر کوہ کو دیجے تشبیہ
ہے یقیں شعلۂ[۲۲] جوالہ کو آجائے قرار

نظرِ لطف سے گرچارہ گرِ عاشق ہو
کرے[۲۳] حیرت سے بدل شرم کو چشمِ بیمار

اُسکے دروازہ کے سُکّان کا آرام تو دیکھ
ہوگیا دشمنِ بسمل[۲۴] کو تڑپنا دشوار

شرطِ ایماں ہے پیمانِ خلافت اُس کا
وہ مسلماں ہی کیا جسکو ہوا نہیں انکار

۲۰۔ باغ میں لبِ جو جس جگہ بیٹھ کر آپ اپنے یاقوت فشاں ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیز ہونے میں کوہ سیلاں سے بھی سبقت لے جائے۔ کوہ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت بکثرت نکلتا ہے۔

۲۱۔ اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھادیں تو محاسب عرش کی بلندی کو بھی صفر شمار کرے۔ صفر = خالی یا ہیچ اور اصطلاح حساب میں معنی اُس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس گنی بڑھا دیتا ہے۔

۲۲۔ شعلہ جوالہ = گھومنے والا شعلہ جو پتھر سے نکلتا ہے۔ تمکین = وقار ۔ بردباری۔

۲۳۔ چشم معشوق بجائے شرم کے حیرت میں مبتلا ہوجائے یعنی بیمار کے بدلے حیران کے نام سے موسوم ہو۔

۲۴۔ اُس امن و عافیت کے حریم میں ممدوح کے زخمی دشمن کو تڑپنا محال ہوگیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں دشمن مجروح کی کرب و اذیت اور بڑھ جائے گی۔

ق

قصۂ بیعت رضواں[۲۵] میں اشارہ ہے یہی — ورنہ کوئی نہیں ہمدستِ رسولِ مختار

احتساب[۲۶] اُسکے ہے۔ گو محفلِ کفار بھی ہو — ذکرِ تحریمِ مزامیر کرے موسیقار

گل ہوا بیم سے پھر غنچہ کہ تھا مدرتِ جام — دیکھ کر باغ میں سنّاٹا صبا کی رفتار

جب[۲۷] تلک فتویٰ برجیس نہو کیا مقدور — کہ کوئی کام کرے یہ فلکِ ناہموار

توڑ دیں سبحۂ زاہد کے لیے یوں ہندو — ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنّار

کاٹ[۲۸] لے ہاتھ ہی پہلے وہ اگر دزدِ دغا — اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار

اُسکی تلوار کے آہن کا گر آئینہ بنے — زرد تر چہرۂ عاشق سے ہو رنگِ رخِ یار

---

۲۵ بیعت رضوان سے وہ بیعت مراد ہے جسمیں رسولِ مقبول (روحی فداہ) صحابۂ کرام سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی۔ اور وہ اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان اور بخشش الٰہی کے مستحق ٹھہرے تھے۔ اس موقع پر حضور نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جو رسالت کے کار خاص سے مکہ مکرمہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔

۲۶- آپ کے دورِ احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزامیر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ موسیقار ایک پرند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے۔

۲۷- فلک کجرو بھی آپ کے زمانہ میں برجیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

۲۸- واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ شعر میں جان چراتے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے۔

معنیِ روشن و مضمون بلند اور متین — سامعیں کو ہے اگر مطلعِ نو پہ اصرار

مطلعِ ثالث

اے شہِ عرش سریر و مہِ خورشید عذار — درِ دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار

توسنِ چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ — کلبِ جبار[29] سے نسبت سگِ در کو ترے عار

سائلوں کا ترے کوچہ میں دمِ فیض ہجوم — جیسے گلزار میں ہنگامِ سحر جوشِ ہزار

جل بجھے ہیں ایسے پسِ مردن بھی نہیں کیوں گریاں — ترے حُسّاد کے احوال پہ ہے شمعِ مزار

صرصرِ عاد سے غالب ہے کہ جنبش نہ کرے — وہ ورق جس میں رقم ہوں ترے اوصافِ وقار

جا کے جنت میں بھی رہتی ہے ترے در کی ہوس — ورنہ مرغانِ[31] اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار

ق

بحرِ ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے — فیضیابِ نمِ تاثیر اگر ابرِ بہار

موسمِ گل میں سیہ مست جواں تائب ہو — روزِ باراں میں کرے پیرِ مغاں استغفار

دلِ روشن نے ترے بسکہ کیا تھا حیراں[32] — صرفِ آئینہ ہوا خاطرِ حاسد کا غبار

۲۹- کلب جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے۔

۳۰- نہیں = ورنہ

۳۱- مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے - طیار = اُڑنے والے

۳۲- آپ کے دل روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کردیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اُسکا دل آئینہ ہوگیا۔ اور اُسکے غبار خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہوگئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام دیسکے یعنی دل حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے۔ غبار خاطر کنایہ ہے کدورت اور کینہ سے روشن اور آئینہ اور حیران میں مراعاۃ النظیر ہے۔ قاعدہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو جلا دیتے ہیں۔

شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو — اُٹھ گئی تیرے زمانہ میں یہ رسمِ آزار

آزِ[33] بے صرفہ میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں — کب ہوا ایسے شریروں کو ترے بزم میں بار

مقتبس[34] ہیں مہ و خور رائے درخشاں سے تری — ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار

راکبِ[35] جزم ترا ناقۂ صالح پہ روان — رائضِ عزم ترا دوشِ ملائک پہ سوار

گنبد کیا چرخ ترے حکم کے چوگاں کے لیے — لامکاں کیوں نہ ہو پر تنگ بہت ہے مضمار[36]

سنکر افسانۂ یوسف ترے ایام میں گرگ — غیرتِ تہمت میں ہوئے جنس سے اپنی بیزار

سنبل خود دوڑے ہیں گل کے لیے لے کر پانی — کرے تعمیرِ مکاں کا جو ارادہ معمار

پایۂ[37] عرش پہ ہو کیوں نہ غلافِ اطلسِ چرخ — پوششِ ساقِ نبی تیری حیا سے ہو اتار

۳۳- آزِ بے صرفہ = بیکار ہوس۔

۳۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن ضمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسوجہ سے اُن میں یہ خاصیت آ گئی کہ منجم کو اُن سے اسرار کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۳۵- آپ کے ارادہ کی پختگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پر سوار ہو۔ اور آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رائض) سے تمثیل دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پر بیٹھا ہو۔ حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دی گئی تھی جسکے ہلاک کرنے پر کفار مورد عذاب ہوئے تھے۔ ۳۶- مضمار = گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۳۷- ایک مرتبہ سرکار دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساق مبارک سے پیرہن سرک گیا تھا۔ متعدد صحابہ کبار خدمت میں آئے اور آپ بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ اطہر پر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا کیا میں اُس سے شرم نہ کروں جس سے ملائک بھی شرماتے ہیں۔

صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم[۳۸] ہوئے قائل کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار

خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مستی سرخی لب کو چھپاتے ہیں بتانِ خونخوار

اوجِ لاہوت[۳۹] کا ہے طائرِ اندیشہ کو شوق واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار

اے شہ پایہ فزا! اوج سرا کر تیرا پستیِ بخت نکوں سارسے ہو شکوہ گزار

ہووے فریاد رسا سمعِ خراشِ قاروں پھر ترحم - کہ ہے بے صرفہ - نہ آئے زنہار

طالعِ پست کی نسبت سے مرے - وارِ ژوں چرخ بختِ تیرہ سے مرے - روزِ سیہ الوہ تار

روزِ نیا حور[۴۰] دن اور رات شبِ یلدا ہے دونوں نقطوں پہ ہے یوں میری لیل و نہار

میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب تو ثوابت سے[۴۱] گراں رو ہوں نجوم سیار

۳۸- صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیات الٰہی کی تکرار نہیں ہوتی - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے چہرہ بے مثل کو (جو مظہر تجلیات ہے) دیکھ کر صوفیہ کو یقین ہو گیا کہ تجلی کو تکرار نہیں ورنہ آپکے جمال کا مثل دنیا میں ہوتا -

۳۹- لاہوت = عالم ذات الٰہی - طائر خیال کو اوج لاہوت تک پہنچنے کا شوق ہے صرف اسلیے کہ وہاں پہونچکر آپ کی بلندی منزلت کا حصار کسقدر نظر آتا ہے - یہ شاعر کا مبالغہ ہے کہ ممدوح کے حصار رفعت کو اوج لاہوت سے بھی بلند قرار دیا ہے -

۴۰- روزنیا حور = ماہ تموز کے آٹھ روز جو نہایت گرم ہوتے ہیں - شب یلدا = سال کی سب سے بڑی اور تاریک رات - قاعدہ ہے کہ کبھی دن بڑے کبھی ہے رات بڑی مگر میرے حق میں دونوں جانب آفت ہے یعنی جتنا دن سخت ویسی ہی رات دراز -

۴۱- یعنی ثوابت سے بھی سیارے سست چلنے لگیں مراد یہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں -

ق

ذروۂ[۴۲] اوج سے برجیس کو رجعت ہو جائے — ثور میں زہرہ کرے مہر کے قراں اختیار

تا کہ[۴۳] ہو جائے ہر آزار کا مصدر ایک ایک — سخت نحسین کو ہے دفع طبیعت پہ قرار

بندھے[۴۴] امید گر اک خوشۂ گندم کی مجھے — مہر تحویل سے ہو برج شرف کی بیزار

گر حصول[۴۵] زر مسکوک کی سمجھوں ہیں دلیل — ناخن شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار

خون[۴۶] کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد — قتل پہ میرے کمر باندھے ہے شکل جبار

زیست[۴۷] اپنی ہی تو تربیع و تقابل کے سوا — بھول جاوینگے منجم ہیں باقی انظار

۴۲- برجیس (سعد اکبر) کا شرف میں ہونا سعادت کی نشانی سمجھی جاتی ہے- اسیطرح برج ثور میں زہرہ (سعد اصغر) اور قمر کا اجتماع بھی مبارک سمجھا جاتا ہے- ذروہ = بلندی- رجعت = واپسی-

۴۳- نحسین = دو منحوس ستارے نحس اکبر (زحل) اور نحس اصغر (مریخ) یعنی نحسین نے اسی پر قرار کر لیا ہے کہ میری طبیعی ترقی کو روکیں- اسیطرح دونوں میرے شانے کی سعادتیں پائمال کر چکے ہیں-

۴۴- جب سورج برج حمل میں جو اسکے لیے درجۂ شرف ہے تحویل کرتا ہے تو گندم کا دانہ آتا ہے اور گیہوں پکنے لگتا ہے-

۴۵- اگر خورشید کو دیکھکر مجھے زر مسکوک (اشرفی) کے ملنے کی امید بندھے تو ناخن شیر (برج اسد) سینۂ خورشید کو زخمی کر ڈالے- اس شعر میں مومن نے اپنی تیرہ اختری پر زور دیا ہے-

۴۶- سعد ذابح = قمر کی بائیسویں منزل جو صورۃً ذبح کرنیوالے سے مشابہ ہے- سعد ذابح اور خون کی رعایت ظاہر ہے- شکل جبار = ستاروں کی ایک شکل ہے جو کمر باندھے ہوئے مسلح انسان سے مشابہت رکھتی ہے-

۴۷- جب دو ستاروں کے درمیان بارہ بروج کا ربع یعنی تین برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو نظر تربیع کہتے ہیں اور جب چھ برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو تقابل کہتے ہیں یہ انظار (نظریں) عداوت و نحوست کا اثر رکھتے ہیں- شاعر کہتا ہے کہ اگر میں سلامت رہوں تو تربیع و تقابل کے سوا منجم باقی تمام انظار بھول جائیں گے-

واہ قسمت کہ نہ دے شور وہ گلبن گلچین
زمزمے مرغ گلستان کے سے کھینچون ہین نار

کیا قیامت ہے کہ اک دم نہ ٹھہرنے پاون
دون اگر شعلہ سے تشبیہ دکان خمار

دُر نایاب ہو کیا خاک سے کبھی شہرہ نہ بکھرے
جسکے در پہ ہین گمرون لولوئے شاد انتظار

مدح خوانی کا مرے جائزہ شاہی ہین نہین
واے حیران کہ ہین بے جائزہ لیے اشعار

ہین ہنر سب سبب رنج جہان کیج گیاہ
خاصیت[52] سے ہو سزاوار شکنج عصار

سومن اسے ہرزہ درا نالہ وافغان سے حصول
ذکر کیا راہ پہ آئے فلک ناہنجار

بس بس آہنگ دعا سے بھی ممدوح کہ ہو
متصل عرش معلے سے نزول آثار

جب تلک گردش افلاک سے اس عالم مین
ایک کے دل کو قلق ایک کے دل کو ہو قرار

تیرے احباب رہین تکیہ زن مسند عیش
تیرے حسّاد ہون آوارۂ دشت ادبار

---

۵۲ یعنے جس گھاس مین کوئی خاصیت ہوتی ہے اوسی کو روغن گر (عصار) شکنجہ مین ڈال کر دباتا ہے۔

منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کٹتی ہے میری تیغ زباں سے زبان تیغ ۔۔۔ کیونکر سخن فروش[1] ہوں سوداگران تیغ
میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیاں ۔۔۔ کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ
فردوسی ایک خارجنان بیان تھا ۔۔۔ گلریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ
کٹتا دسرسے پانوں تلک خم نہیں تو جائیں ۔۔۔ جوہر اگر دکھاؤں میں اپنے بسان تیغ
میدان کشت وخون میں مرا دست نے سوار[2] ۔۔۔ جاوے عنان کشیدہ تو ہو ہمعنان تیغ
یہ دل خراشیاں مرے اشعار شوخ کی ۔۔۔ سینہ پہ منکروں کے ہیں لاکھوں نشان تیغ
ہرگز نہ کر سکے مرے خامہ سے سرکشی ۔۔۔ پیدا سر نگوں سے ہے عجز عیان تیغ
جس جا سے خطبہ خوان ہو مری تیری زبان ۔۔۔ واں جانے فرض سجدۂ منبر فسان[3] تیغ
پابوس گر کرے مرے خامہ کا بندہوں ۔۔۔ شیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ
خجلت سے آب وتاب سخن کی ہے آب آب ۔۔۔ کیونکر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

---

[1] سخن فروش = باتیں بنانے والا۔ تیغ کے سوداگر تیغ کے وصف میں کیا باتیں بنا سکتے ہیں۔

[2] دست نے سوار = وہ ہاتھ جس کا مرکب قلم ہے۔

[3] فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھی جاتی ہے۔ سجدۂ منبر = اس منبر کو سجدہ کرنا جس پر تیری زبان خطبہ خوان ہو۔

مت پوچھ مجھ سے خونِ عنادل کا ماجرا	ہر گل زمینِ شعر پہ ہے آسمانِ تیغ [۴]
ہودے نہ میری حجتِ قاطع کے سامنے	سرگرمِ لاف و دعویٔ برش زبانِ تیغ
کیسی شکستِ رونقِ بازار ہوگئی	ہے تختہ بند دستِ قلم سے دکانِ تیغ [۵]
میری بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ [۶]	نظروں سے گر پڑا ستمِ ناگہانِ تیغ
اک بات میں تمام ہے پیانِ کارِ مدعی	کس کی بلا ہو بارکشِ امتنانِ تیغ
آہن گداز نالہ مرا دیکھ کر نہ ہو	پیکاں ضمانِ خنجر و خنجر ضمانِ تیغ [۷]
کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے	ہر خط پہ نکتہ چیں کو ہو وہم و گمانِ تیغ
گر شوقِ زخمِ عشق کی لذت بیاں کروں	ہرگز نہ ہاتھ کھائے بجز استخوانِ تیغ

[۴] جسطرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میری گل زمینِ شعر پر بھی آسمان ہے مگر وہ تیغ (زبان) کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزیٔ زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے ذکر کے بعد خونِ عنادل کی توجیہ واضح ہو جاتی ہے

[۵] دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

[۶] میری بدیہہ گوئی دیکھکر جاہل ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور اب اسکے سامنے تلوار کے ستمِ ناگہان کی کوئی اصل نہیں رہی۔

[۷] ضمان = جو چیز ضمانت میں دیجائے لوہا میرے نالۂ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور پگھلا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر میرے نالہ میں آہن گدازی نہ ہوتا تو ایسا ممکن تھا۔

دل ہی میں حسرتِ نفسِ خونچکان رہی — میرے معاندوں پہ ستم ہے امانِ تیغ [٨]
پڑھتا ہوں اور مطلعِ رنگین کہ سن جسے — سرگرمِ آفرین ہو لبِ خونچکانِ تیغ

مطلعِ ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو میں بسانِ تیغ — میری زبان کے آگے چلے کیا زبانِ تیغ
پھر جوش آگیا دمِ خونابہ ریز کو — پھر تیری زبان پہ ہے قربان جانِ تیغ
صد فردہ جراحتِ منکر [٩] حسود کو — کرتا ہوں رزمگاہ میں میں امتحانِ تیغ
مومن کو تا ذر دیئے ثوابِ جہاد ہے — کفار کاش آ کے سنیں داستانِ تیغ
آئی ہے سب پہ موجِ حیدر و نیزِ ذوالفقار — لیجاؤ منکروں کے لیے ارمغانِ تیغ
شیرِ خدا علیؑ کہ شجاعت ہے جس کی ہے — سر پنجۂ اسد پہ زخم زن [١٠] بنانِ تیغ
غالب کہ سر چڑھائے ہے اسکے ہو فرضِ عین — تعظیمِ تیغ و حرمتِ تیغ و شانِ تیغ
کیا دور اُسکے دستِ کرم کے اثر سے گر — یاقوت ریزہ ہو تیرہ خون فشانِ تیغ
اے ابرِ تند بارِ ظفر [١١] خرمنِ عدو — ہے محو گرم پائی برق تپانِ تیغ

---

٨ میرے دشمنوں کو میرے دمِ تیغ کو خونچکان دیکھنے کی آرزو تھی۔ یہ آرزو بکیا گو یہ ستم ہوا کہ تیغ نے انکو امان دیدی

٩ جراحتِ منکر = سخت زخم۔

١٠ زخم زن = مذاق بنانے والا۔ بنان = انگلی کی پور۔

١١ ابرِ تند بارِ ظفر = ذاتِ مولا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن برقِ تیغ کی تیزی سے پامال ہوا جاتا ہے گرم پائی = تیز رفتاری۔ محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری تیغ مین جل جائے مثل طور — گر تو صنم کدہ پہ کرے امتحان تیغ
گھٹتے[۱۲] ہین دیکھکر ترے دشمن ہلال عید — کھاوے سوائے زخم کے کیا میہمان تیغ
جوہر ترے مخالف مجروح مین نہین — کوئی مگر یہی کہ وہ ہے قدردان تیغ
حسرت[۱۳] ہی تیرے بوسۂ دست بلند کی — کسطرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشان تیغ
دشمن کا ایک نیم اشارہ مین کام ہو — ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میان تیغ
کوشش نے تیری حرف تعصب مٹا دیا — کیون[۱۴] بید خوان دیرنہ ہون بادخوان تیغ
تمکین[۱۵] سے تیری دیجئے گر کوہ کو مثال — روئین تنون سے اُٹھے نہ بار گران تیغ
آب حیات چارہ کرے یا دم مسیح — ممکن نہین جلین ترے خون کردگان تیغ

---

۱۲ آپکے دشمن عید مین بھی خوش نہین ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ہلال عید سے مہمان ہونے کا شگون لیتے ہین جنکی غذا زخم کے سوا کچھ نہین۔ ہلال کی مشابہت تیغ سے اظہر من الشمس ہے۔

۱۳ تیغ کہکشان کی طرح آسمان پر اس لیے چڑھنا چاہتی ہے کہ آپکے دست بلند تک پہونچکر بوسہ کی عزت حاصل کرسکے یعنے آپکا دست مبارک آسمان سے بھی اونچا ہے۔

۱۴ بید خوان = وید پڑھنے والے۔ یہان عام کفار مراد ہین۔ بادخوان = تعریف کرنے والے۔

۱۵ آپکی تمکین (وقار) سے اگر پہاڑ کو مثال دیجائے تو اس نسبت سے تیغ اسقدر بھاری بھرکم ہوجائے کہ روئین تنون سے نہ اُٹھ سکے۔ ظاہر ہے کہ لوہا جس سے تیغ بنتی ہے پہاڑ وغیرہ سے نکلتا ہے۔

منکر تری[16] امامت حق کے ہین گرم جنگ — درکار ہے وضو کو جو آب روان تیغ

کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو — جھکتا ہے تیرے آگے سر قہرمان[17] تیغ

تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لین — کام آئے[18] کوشش و کشش رائگان تیغ

نسبت سے تیرے ہاتھ کی چشمک زنی[19] کرے — ابروے دلربا پہ خم جانستان تیغ

کیا بات تیرے[20] پنجۂ آہن فشار کی — ورد زبان ہے غلغلۂ الامان تیغ

سرخی ترے عدو کے لہو سے ہے جا بجا — رنگین کس طرح سے نہ ہو داستان تیغ

---

۱۶ آپکی امامت برحق کے منکرون کو وضو کے لیے تیغ کے آب روان کی ضرورت ہے اسی لیے ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہین کہ کون پہلے اس پانی تک پہونچے مقصود یہ ہے کہ حضور سے محاربہ کرنا موت کے پنجہ مین گرفتار ہونا ہے وضو کے لیے آب روان یعنے ما جاری کی تلاش خالی از لطف نہین - تیغ کی آب مشہور محاورہ ہے -

۱۷ سخت کوش - سخت جد و جہد کرنے والا - قہرمان = کارفرما حاکم تیغ کو قہرمان قرار دیا ہے -

۱۸ رائگان اس لیے کہا کہ عدو اپنا گلا آپ کاٹ لین - اور کام آنا اس وجہ سے لکھا کہ بہر حال مدعا تو حاصل ہے -

۱۹ چشمک زنی = طعنہ زنی -

۲۰ ممدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلوار کی زبان پر شور الامان ہے -

ظالم ہیں تیرے دور میں نالاں کیں وقت جنگ — بانگ شکست تیغ ہے شور و فغان تیغ

کوئی کرے نہ گرمی روزِ نشور میں — بسمل پہ تیرے مہر گر سائبان تیغ

وہ دست زور مظہر سر تیغ خدا — وہ تیغ باعثِ شرف دودمان تیغ

[۲۱] لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو تاک — پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ

[۲۲] پتھر کو بھی نہیں ترے حملہ کی تاب ہے — یاقوت زرد سا ہے پئے بیم نہان تیغ

جراح کیا کرے ترے زخمی کا ماجرا — [۲۳] سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ

یہ کہکشاں نہیں۔ کہ ہوا خوف سے جو دبیا — سوت گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ

ہاتھ ترے تیغ شجاعت سے بڑھ گیا — کیونکر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ

ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر — دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

[۲۴] سیف و قلم ہیں دونوں ستون کام دیں کا — حیران ہوں باب علم کہوں یا جہان تیغ

---

[۲۱] یعنی تیغ بھی خوف سے کرکر باغیوں سے زبانی کہتا بید کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں پھل نہیں آتا۔ شعر میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

[۲۲] پتھر بھی آپکے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یاقوت زرد کی زردی اسی خوف نہاں کا ثبوت ہے۔

[۲۳] آپکے زخمی دشمن کے حق میں بخیہ گر کی سوئی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

[۲۴] اس میں تلمیح ہے حدیث پاک انا مدینۃ العلم و علیٌ بابہا کیطرف یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں۔ جہان تیغ مومن کی خاص ترکیبوں میں سے ہے۔

رنگین بیان ہو گر ترے غزوہ کے ذکر میں — پڑھنے لگے درود لب خونچکان تیغ

غازی بھی تو شہید بھی تو ترے دم سے ہے[۲۵] — سرگرم جلوہ فصل بہار و خزان تیغ

زہر آب دین اگر ترے دولت کے دور میں[۲۶] — عمر خضر ہو زندگی جاودان تیغ

گرم دعائے شاہ ہو مومن کہ جس سے ہے — آمین سرا زبان اجابت فشان تیغ

روز نبرد حادثہ ریز شکست و فتح — جب تک کہ ہے نشیب و فراز جہان تیغ

تاج ظفر ہو زیب دہ فرق دوستان — اعدا کا سر رہے تہ بار گران تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہتا خلق کو صہبا و صنم سے محروم — ایسی نیت پہ بہشت آپ کو واعظ معلوم

محتسب نے خم مے چھین لیا یا قسمت — ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے ہمارے معصوم

پاکدامن ہو تو بد گو کے نہ دم میں آنا — سنتے ہیں لوط کے مہمان کو بھی افتائے سدوم[۱]

---

۲۵ جناب مرتضیٰ کی شہادت رمضان ۴۰ھ میں بحالت نماز ایک خارجی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

۲۶ اس شعر میں حسن تعلیل ہے یہ واضح رہے کہ آب زہر میں بجھانے سے تلوار کا کاٹ اور زیادہ ہو جاتا ہے

۱ حضرت لوط کے مہمان بھلا کہیں سدوم کا فتویٰ سنا کرتے ہیں۔ سدوم قوم لوط کا قاضی تھا جس نے ان کے افعال شنیعہ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور انکی بستی کا بھی نام ہو گیا تھا۔ فتویٰ دینا یہ قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت لوط کے یہاں فرشتے بصورت انسان کے مہمان ہوئے تھے انکی قوم نے فرشتوں کی ایذا رسانی کا قصد کیا تھا جس پر حق تعالیٰ نے ان نافرمانوں کو عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا۔

ہم ہین اور عشق حقیقی - کہ بجز ذات خدا — نہین پایا کہین دنیا مین وفا کا مفہوم

ہائے لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے[1] — ورنہ کیا کیا مرے ویرانے مین تھی کثرت بوم

کہین ایسا نہ ہو وہ غیرت حور آجائے[2] — ہے بہت میرے جنازے پہ فرشتو نکا ہجوم

گاہ کہتا ہے جنون عشق کو گہ کفر و حرام — جہل کر لے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم

گرمیِ شوق شہادت ہوئی فولاد گداز — رہ گیا تشنۂ آب دم خنجر حلقوم

گر نہ ہو سکتی رہ وصل صنم کی تقدیر[3] — تو یقین آئے مجھے یہ کہ جہان ہے موہوم

مصرعۂ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے — نہ ہوا پر نہ ہوا حال پریشان منظوم

جوش وحشت ہے یہ ناصح نہ بٹھا نا زنجیر — دیکھ دیوانہ نہ ہو مین نہین پابند رسوم

نوجوان جب کوئی جاتا ہو جہان سے ناشاد — تازہ ہوتا ہے مجھے داغ اُمید مرحوم

کر دیا خواہش بیداد نے احوال تباہ[4] — تو تو ظالم نہین زنہار - پہ مین ہون مظلوم

---

[1] بوم کے متعلق عوام مین یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اُسکو بار بار دہراتا ہے یہانتک کہ وہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے -

[2] یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتون کے سامنے آنا بھی گوارا نہین - حور [illegible]

اور [illegible]

[3] اگر دنیا [illegible] تو مجھے اپنے اقبال کی [illegible] کیون ملین - اس لیے کہ جب [illegible] تو اُسکے [illegible] کا معدوم ہونا چاہیئے -

[4] [illegible]

زلزلے آتے ہین جب سے مین تہِ خاک آیا | چین دیتے نہین ابتک بھی مجھے طالعِ شوم

چاہیے[6] صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ | تو خدا کا نہین جیسا ہون مین ان کا محکوم

طعنۂ وصلِ ہوسناک[7] پہ ہنس دیتے ہین | مگر الزام و ندامت نہین لازم ملزوم

تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان | حسن وہ عشق یہ - کیونکر نہ پڑے خلق مین دہوم

پاکبازی کی طمع ہم سے گنہگارون سے | کیا ہوئے عشق مین اے زہرہ جبین وہ معصوم[8]

نالۂ گرم نے دلبر کو بنایا دلدار | معجزِ عشق سے جان بخش ہوئی بادِ سموم

یان کی لاکھون خلشین وان کی ہزارون فکرین | ایک جان اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

کیا کہین آج ترے کوچہ سے گذری تھی نسیم | ویسے ہی تازہ ہین گلہائے مگر مشموم[9]

محتسب آپ کے آنے سے ہوئے دیر خراب | قصد کعبہ کا نہ کیجیے گا باین یمنِ قدوم[10]

اُچک اے صبح طرب کٹ نہین سکتی شبِ غم | جلد جائین مع اغیار جہنم مین نجوم

---

[6] واعظ کے مقدر مین خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب مین ہوا پرستی۔ مگر شاعر اپنی تقدیر پہ قانع ہے واعظ نہین

[7] ہوسناک = بوالہوس یا رقیب۔ مگر شاید دوسرا مصرع طنزاً کہا ہے۔

[8] معصوم سے مراد ہاروت ماروت ہین جو دو فرشتے تھے اور جن کا عشق زہرہ کے ساتھ زبان زدِ عام ہے۔

[9] گلہائے مشموم = دو بارہ کے سونگھے ہوئے۔

[10] یمن قدوم = قدمون کی برکت۔ اس طنز سے مراد یہ ہے کہ اپنی بد قدمی سے کعبہ کو بھی کہین ویران نہ کیجیے گا۔

پامال کیا کیون نہ فزون ہو غرت | دود افغان سے ملی ہیں فلک کو خرطوم[11]
لیان دیکھے زمانہ کو کرونگا تسخیر | ہین لپسمہ فلکِ سفلہ صفاتِ مذموم
جب[12] ستایا مجھے اسنے وہ ہی الفت دی ل | یہ غلط ہے کہ اعادہ نہین ہر معدوم
سبب[13] شادی دشمن تو بتادو پہلے | پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیون ہے مغموم
سبزہ[14] رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم | یاد آتا ہے مجھے حال امامِ مسموم
افضل الناس حسنؓ ابن علیؑ سبطِ نبیؐ | سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم
ابرِ بارندۂ دانش گہرِ فیضِ کمال | قلزمِ حُسن عمل منبع دریائے علوم

[11] خرطوم = سونڈ- یہان آہ کے دھوئین کو خرطوم بیل سے تشبیہ دی گئی ہے

[12] فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود مین آنا محال ہے مومن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی محبوب نے مجھے چھیڑا گئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

[13] کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزردگی کا باعث ہے- تجاہل جان بوجھکر انجان بننا-

[14] سبزہ رنگی = ملاحت حسن = مسموم = جسکو زہر دیا جائے- یہان سیدنا امام حسنؓ کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جعدہ کے زہر دینے سے سنہ ۵۰ھ مین واقع ہوئی- اُسکے اثر سے جسم مبارک سبز ہو گیا تھا-

مظہرِ[۱۵] شانِ الٰہی ہے یہان تک کہ حکیم | متزلزل ہو دم بحثِ وجوب اور لزوم
علم اعجاز اُسے معجزۂ علم اوسے | جس مین اندیشہ ہو عاجز وہ اُسکو معلوم
فکرِ[۱۶] الزامِ حکیم و متکلم ہو اُوسے | تو مجسم نظر آجائین نقاطِ موہوم
اثرِ[۱۷] ذکر سے ہو صاف دلی کے اُسکے | نقشِ مرآتِ ہوا عکس ضمیر مکتوم
سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے | فرطِ بخشش سے نہ مجمع رہے کوچہ مین نہ دھوم
جُود[۱۸] ہر بار فزون سے کفِ بیفاصلہ بخش | دشمنِ مایۂ معمول و کفاف مرسوم

۱۵ فلسفہ کی اصطلاح مین وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوق) کی۔ مومن کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفاتِ الٰہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قائم نہین کر سکتا کہ آپکو کیا کہے۔ بقول عرفی
تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل۔

۱۶ اگر آپ فلاسفہ اور اہل مناظرہ کو قائل کرنا چاہین تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح مین فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

۱۷ آپ کا قلب مبارک اسقدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلون کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئنہ مین پرتو فگن ہونے لگتے ہین۔

۱۸ مایۂ معمول و کفاف مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی متواتر بخشش جسمین وقفہ نہین ہے۔ مقررہ معاش کی دشمن ہے گویا سائل کو اسقدر ملتا ہے کہ یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ وظیفہ مقرر ہے۔

ہین مشابہ بہت اُس دستِ کرم کے حق سے	کیونکہ[19] اصفار نہ ہون مرتبہ افزائے رقوم
شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمدؐ مین	جب مسلم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم
عہد مین اُوسکے جو گل زاری بلبل پہنچے	ہو نسیم سحری ہم اثرِ باد سموم
کہین[20] منکر کو نہ انکار قیامت ہو زیاد	عدل سے اوسکے ہے آبادی ہر کشور و بوم
نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق	نہ وہ رازق ہے۔ ولے قاسمِ رزقِ مقسوم
السلام اے روش آموزِ طریقِ اسلام	السلام اے خضرِ جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا پایہ[21] ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

[19] اصفار = جمع ہے صفر کی۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دو چند ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

[20] ممدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی و رونق اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مبادا منکرین قیامت اپنے انکار پر مصر رہیں اور یہ سمجھیں کہ اب دنیا کو زوال نہوگا

[21] پیری کو عموماً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر چونکہ آپ جوانانِ بہشت کے بادشاہ ہیں اس لیئے آپ سے یک گونہ نسبت پیدا کرنے کے لیئے اب لوگ بجائے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہیں سید شباب اہل الجنۃ (سردار جوانان جنت) احادیث مین حضرات حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شان مین فرمایا گیا ہے۔

گر کہے[22] کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا
ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم

کیا ترے مرکب چالاک کی لکھی تھی ثنا
لیک کاغذ پہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

(ق)

یہ سبکرو کم بیان تنگ و دہن ہین اُسکے
منہ[23] سے مفتوح نکلتے ہین حروف مضموم

ہے بجا دیکھیے اگر تجکو سلیمان سے مثال
کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم

تیری افواج کا میدان مین ہنگام جنگ خروش
بلبلون کا مہ آذار[24] گلستان مین ہجوم

مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر
کر دیا تیغ گریبان نے دو پارہ حلقوم

تیرے اعدا کو سمجھ ہو تو کرین جان پہ رحم
آدمی تو نہین یہ ہین جہول و ظلوم

بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آجائے
جس کو آتی نہ ہو تقطیع[25] کلام منظوم

تیر باران سے ترے کیونکہ نہ بھاگین اعدا
جانتے ہین کہ شہب[26] ہین یہ شیاطین کو رجوم

---

۲۲ تقدیر = مقدر۔ اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہین۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالفرض آپ کا مثل دنیا مین ہو سکتا ہے۔ تو اُسنے حقیقت مین تقدیر (فرض) کا مطلب ہی نہ سمجھا۔ کیونکہ فرض تو ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال۔ اور ممدوح کا مثل ہونا محال۔ بر تقدیر ثانی یہ معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہین۔

۲۳ عربی مین فتحہ (زبر) کی حرکت کسرہ اور ضمہ (زیر اور پیش) دونون سے ہلکی مانی گئی ہے۔

۲۴ مہ آذار = ایک رومی مہینے کا نام ہے جو چیت سے مطابق ہے۔

۲۵ تقطیع = ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عروض کی اصطلاح مین شعر کو بحر کے وزن کے مطابق کرنا۔ اس لفظ مین ایہام ہے۔

۲۶ شہب جمع ہے شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان پر شیاطین کے سنگسار کرنے کیلئے چھوٹتا ہے۔ رجوم = سنگسار کرنے والا۔

آج کہدے ترے قاتل کی سزا او رحشر — تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیرِ سموم[۲۷]

مردِ غیبی[۲۸] نے کی لشکرِ مغلوب سے صلح — کہ مسلمان نہ ہوں معتقدِ طالعِ شوم

نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزمِ افلاک — نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکامِ نجوم

ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا — طبعِ نحسین[۲۹] سے جاتی رہے تاثیرِ غموم

جہدِ شاہانہ یہی ہے۔ تری کوشش سے ہوئی — خانقاہِ فقرا بارگہِ قیصرِ روم

امنیت[۳۰] ایسی ہوئی دورِ حراست میں ترے — ڈھونڈتی پھرتی ہے تاثیرِ فغانِ مظلوم

---

۲۷ سموم۔ جمع سم کی = زہر۔ مراد یہ ہے کہ اگر آپ کے قاتل کی سزا پہلے سے بتا دی جائے تو سمِ قاتل جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہیبت کی وجہ سے اپنی خاصیت کھو بیٹھے۔

۲۸ سیدنا امام حسن ؓ سنہ ۴۱ھ میں بنی امیہ سے صلح کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ مومن کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالفوں کے طالع میں نحوست ہے۔ اگر آپ اُن سے لڑتے تو وہ ضرور ہارتے اس طرح سے مسلمانوں کو اُنکی نحوست کا یقین اور واثق ہو جاتا۔ مگر چونکہ نحوست اور سعادت کا اعتقاد شرعاً ممنوع ہے اس لئے حضور نے عامہ مسلمین کو اس بد اعتقادی سے بچانے کے لیے لشکرِ مغلوب سے صلح کر لی۔

۲۹ دو نحس ستارے یعنی زحل اور مریخ۔

۳۰ بجائے اس کے کہ فغان طالبِ اثر ہو آپ کے دور میں اثر فغان کا متلاشی ہے کیونکہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے جو نالہ و فغان کرے۔

ہیں مخاصم ترے بدبخت۔ یہ کم بخت نہیں ۔۔۔ یعنے کثرت سے ہے قسمت میں حمیم[۳۱] و زقوم
مرحبا ابن علیؓ کی چلی آتی ہے صدا ۔۔۔ اب تلک روضۂ رضوان سے۔ زہے فیض قدوم
دعوت عام تری سب کو بنا دیوے خاص ۔۔۔ گو قضا[۳۲] کرنہ ہو پاس صفت فیض عموم
ختم اللہ[۳۳] کا مورد ہے نہیں قلب سیاہ ۔۔۔ تیرے دشمن کو ہے خونابہ رحیق مختوم
دوستوں کو نہیں ڈر وسوسۂ شیطان کا ۔۔۔ ہیں جو دشمن متصدی شعار مذموم
جام مے گر کوئی پی جائے تری نہی کے بعد ۔۔۔ زہر کھا وے پئے درمان خراش ملعوم[۳۴]
ترے ایام میں باقی نہ رہا بلکہ فساد ۔۔۔ چشمۂ خضر ہیں انہار عروق[۳۵] مجذوم
بدیٔ خلق سے افزوں تھی نکوئی تری ۔۔۔ کر دی الطاف الہی نے یہ است مرحوم

[۳۱] حمیم = گرم پانی۔ زقوم = تھوہڑ کا درخت یہ دونوں اہل دوزخ کی غذا ہیں۔ اس شعر میں بدبخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہا ہے۔

[۳۲] = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکسان ہو۔ قضا = تقدیر۔

[۳۳] ختم اللہ علی قلوبہم (خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) رحیق مختوم = سربمہر شراب جو جنت کی نعمتوں میں سے ہے۔

[۳۴] = ملعوم = گلا۔

[۳۵] - جذامی کی رگیں جن میں فساد خون پیدا ہو گیا تھا۔ آپکے عہد میں چشمۂ خضر کا حکم رکھتی ہیں۔ چشمہ کے لیے انہار کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور عروق (رگ) کو انہار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

گر کہے ۳۶ یرحمک اللہ ترا خصمِ لئیم	عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغِ مزکوم
تا سحر ۳۷ شامِ عبادت تری شب بیداری	شارحِ آیتِ کرسی پسِ حیّ القیوم
ہوں ہم آہنگِ دعا ختمِ سخن کا ہے یہ وقت	آپ تو آپ ہیں دانائے عزائم و رسوم
جب ۳۸ تلک ذلّت و عزّت طرب و غم ہے بخلق	گوشہ گیر انجمن افروز سمین و معدوم
تیرے احباب مطاع اور تو ہو مرجع ہر شاہ و	تیرے خستہ و خراب اور ترے اعدا مغموم

۳۶ مزکوم یعنی جسکو زکام ہو۔ آداب شریعت میں یہ ہے کہ جسکو چھینک (عطسہ) آئے وہ الحمد للہ کہے (اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص اول پھر یہدیکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن یرحمک اللہ کا کلمہ زبان سے نکالے تو اوسکی نحوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہو۔ یہ واضح رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفریح دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ ممدوح کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۳۷ آیۃ الکرسی میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے بعد لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے پر (جو حی و قیوم ہے) نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت سے صبح تک ممدوح کی شب بیداری (احیاء شب) وہ عمل مذکورہ بالا عبارت قرآنی کی عملی تفسیر ہے۔

۳۸ ان دونوں مصرعوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ سمین بمعنی فربہ۔

قصیدہ بمدح وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ والیٔ ریاست ٹونک

یادِ ایّامِ عشرتِ فانی	نہ وہ ہم ہیں نہ وہ تنِ آسانی
جائیں وحشت میں سوئے صحرا کیوں	کم نہیں اپنے گھر کی ویرانی
خاک میں رشکِ آسمان سے ملی	ہائے کیسی بلند ایوانی
کردیا گردشِ سپہر نے حیف	برجِ خاکی مسیرِ[1] کیوانی
ایسی وحشت سرا میں آئے کون	بے[2] دری کر رہی ہے دربانی
نکتہ سنجوں سے جی میں ہے پوچھوں	کہ میں شہری ہوں یا بیابانی
کیا ہوئی وہ بلندیٔ دیوار	کیا ہوئے وہ عماد طولانی
جائے گل ہیں چمن میں ریزۂ سنگ	کاہ کرتی ہے نازِ ریحانی
اَٹ گئے حوض و نہر غیر از چشم	ایک قطرہ کہیں نہیں پانی
نہ ملا کچھ نشانِ آبِ رواں	خاک سارے جہان میں چھانی
سقفِ رنگین و زرنگار کہاں	جز سپہر و نجوم نورانی
شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش	اب کہاں بلبل و غزل خوانی

---

[1] مسیر کیوانی = وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند ستارے کی سیرگاہ ہو۔

[2] میرے مکان میں دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنے کسی کو اندر آنے کی ہمت نہیں پڑتی۔

نظر آتی نہیں وہ تصویریں　　نقشِ دیوار کیوں نہ ہو مانی

صرفِ دلقِ گدا ہوئے پردے　　زینت افزائے کاخِ سلطانی

آپ کا شانہ فرشِ خاک ہوا　　کیسے غالیچہائے کاشانی

یا ظروف وسماط سے مجھے تھا　　دعوئ قیصری وخاقانی

یا نہیں ہے مرقع وکشکول　　تا کروں تازہ رسمِ ساسانی

مسندِ گوہریں کا دھیان آیا　　پوچھتے کیا ہو وجہ گریانی

بالشِ سنگ وخواب۔ واویلا!　　بارِ خاطر ہوئی گراں جانی

ہم ہیں اور حسرتِ مئے گلگوں　　خون پلاتا ہے قہرِ یزدانی

زہر ملتا نہیں کہ پی جاؤں　　اب کہاں وہ شرابِ ریحانی

شورِ مستی دعائے نوح نہ تھا　　کشتئ مے ہوئی جو طوفانی

وہ گزک کیسی وہ کباب کہاں　　نُقلِ مجلس ہے دل کی بریانی

۳ ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن = سماط = دسترخوان - مرقع = گدڑی
کشکول = کاسۂ گدائی = ساسان = فقیر اور فرزند بہمن (بادشاہ ایران) کا
نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی۔

۴ دعائے نوح سے مراد حضرت نوحؑ کی بد دعا ہے (رب لا تذر الآیہ) جس کے
اثر سے اللہ تعالیٰ نے کفار کو طوفان میں غرق کر دیا تھا۔ کشتئ مے کا طوفانی ہونا سامانِ
عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے۔ شور۔ کشتی۔ طوفان وغیرہ میں مراعاۃ النظیر ہے۔

یا یہان پرنیان و اطلس سے — جلوہ گر تھی سپہر سامانی [۵]
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا — تنگیون سے لباسِ عریانی
کیا کہون اپنی گردشِ ایام — صبح نوروز ہے شبستانی
اس چمن زار کو خزان تھی ضرور — مین نے کیا تہ کی بات پہچانی [۶]
کر دیا خالقِ دو عالم نے — امتیازِ ریاضِ رضوانی
ہائے وہ رقصِ خوش قدان جنکی — شکل اندازِ سروِ بستانی
ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی — سحرِ ہاروت زہرہ الحانی
ہائے وہ ساز و برگِ عیش و نشاط — قوت افزائے روحِ انسانی
تیر بارانِ فاقہ نے مارا — یک چکی تھی کلاہ بارانی
بنبۂ داغِ دل کو حیران ہون — نہ رہا خرقۂ زمستانی
ایک دن یون ہجوم یاران تھا — جیسے اب مجمع پریشانی

۵ شبستان سے مراد تاریک ہے - صبح نوروز = روزِ اول ماہ فروردین جب کہ آفتاب برج حمل مین جاتا ہے -

۶ یہان پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے - ہائے اُن خوش قدون کا رقص کیا ہوا جنکی شکل سروِ بستانی کی طرح تھی -

۷ اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) کہان گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی) سحرِ ہاروت کا حکم رکھتی تھی -

کشِ سر پر غرور کو دی ہے ⁸ تنگیِ غم نے چینِ پیشانی
مجھے دونون جہان سے کھویا کیا کہون ظلمِ چرخِ دورانی
یعنے اس حال پر فزون تر ہین آرزو ہائے نفسِ شیطانی
حسرت لعل سیمتن ہین ہوئے ⁹ گوہرِ اشکِ چشم مرجانی
اُٹھتے فلک دل کو داغ کرتی ہے ¹⁰ زرِ خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
طالعِ ہر بدیع سنج مین ہے ¹¹ کیا ضرورت ہبوطِ میزانی
جانِ مومن پہ گونہ گونہ ستم کافر اتنی بھی نامسلمانی

۸ آہ کیسے مغرور سر کو تنگی غم کے ہاتھون چین پیشانی (ماتھے کی شکن) نصیب ہوئی ہے۔ سر پر غرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹ معشوق کے لب لعل کی حسرت مین آنکھون سے جو آنسوؤن کے موتی نکلتے ہین وہ خون آلودہ ہونیکی وجہ سے مونگے کے مانند سرخ ہین۔ لعل سیم۔ گوہر۔ مرجان کی مناسبت ملحوظ رہی ہے۔

۱۰ ۔ زرِ خورشید کی چمک دیکھکر دل جلتا ہے اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زر کی تشبیہ خورشید سے مومن کے کلام مین عام ہے۔

۱۱ ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا ہی کی قسمت مین ہمیشہ پستی رہے۔ ہبوط= کسی ستارہ کا پستی کی طرف مائل ہونا۔ آفتاب جب برج میزان مین جاتا ہے تو اُسکو ہبوط ہوتا ہے۔ بدیع سنجی کے ساتھ میزان کی رعایت واضح ہے۔

تا کجا اے یزید شمر خصال — فتنہ ہائے فریب مروان[12]
اُس سے کاوش نہ کر، نہ ہو ظالم — آپ اپنا تو دشمن جان
تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون — کھول دوں میں یہ راز پنہان
مدح خوان شہ وزیر لقب — ختم جس پر ہوئی سخندانی
پایہ سنج کمال اہل کمال[13] — ناقد قلزمِ دُرِ معانی
کیا کہوں اُسکے دست ہمت کی — ہیں گہر باریٔ دُر افشانی
ہر گدا کی ہے زینت کشکول — رشک ترصیع تاج سلطانی (ق)
اُسکے احسان سے غرۂ شوال[14] — اہل تقوٰے کو سلخ شعبانی
کہیں بڑھکر زمان سے فزون — خوان نعمت کی اُسکے ارزانی
مور کو وہ جواد دے ڈالے — شوکت و حشمت سلیمانی
کردے سارے جہان کو سیراب — بحر ہمت کی اُسکے طغیانی

[12] مروان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پردازیان بہت اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئیں

[13] اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا - اور قلزم دعمان کے موتیوں میں فرق سمجھنے والا

[14] غرہ = ہر ماہ کا پہلا دن - سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس میں رویت ہلال ہو - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان اور بخشش اسقدر ہے کہ پرہیزگاروں کے حق میں بھی رمضان کی چاندرات روز عید بن گئی ہے -

بخشش بے شمار سے مشکل | ہے دبیر فلک کو دیوانی
اُسکے[15] خوانِ نوال سے ہے مستقل | آز اشعث کی مسند و ندانی
اُس کے عہدِ کرم کی نسبت سے | ٹھہرے گی عمرِ عالمِ فانی
بے سخاوت اُسے قرار کہاں | کہ ہے عادت طبیعتِ ثانی
اُس کے ہے روزگار میں یکساں | ابر کو بہمنی[16] و نیسانی
دوری اپنی نہیں ہے مانعِ فیض | مہر کو کیا حجابِ ظلمانی
گرگ نے دورِ عدل میں اُسکے | سیکھ لی راہ و رسمِ چوپانی
آشیانِ عقاب و شاہیں میں | روز گنجشک کی ہے مہمانی
حملۂ شیر گیر سے اُس کے | [illegible]
اُس کے ایک ایک لشکری کا تنگ | دعوئ سامی و نریمانی
خنجر جاں شگاف میں اُس کے | ابروئے یار کی سی بُرّانی
[17]افعی رمح دیکھ لے اوس کا | تو عصا بھول جائے ثعبانی

۱۵- اشعث ایک مشہور حریص کا نام ہے۔ ممدوح کے خوانِ بخشش پر مثلاً اشعث جیسے مرد حریص کی طماعی بھی جاتی رہتی ہے۔ ۱۶- بہمن = ایک فارسی مہینہ جو پھاگن کے مطابق ہے۔ نیسان ایک رومی مہینہ جسمیں بارش ہوتی ہے۔

۱۷- افعی رمح = نیزہ جو سانپ کی شکل ہو۔ ثعبانی (ثعبان ہائے مصدری) = اژدہا ہو جانا عصا سے مراد حضرت موسیٰ کی لکڑی ہے جو مخالفوں کے مقابلہ میں اژدہا بنجاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کردیتی تھی۔

گرز[18] سے اُسکے بارِ گردن ہے — مغفرِ مدعی کی سندانی

اُس نے[19] شمشیر جب علم کی ہے — گاوِ گردون ہوئی ہے قربانی

موج دریائے خون سے روزِ مصاف — ہوئے کشتی زمین کی طوفانی

ہین مخاصم بھی سخت شکر گذار — عمر جو کٹ گئی بآسانی

تیرِ خارا شگاف[20] سے اوس کے — لعل جو ہے سو لعل پیکانی

زیرِ ران اوسکے توسنِ چالاک — رشکِ اسپِ سپہرِ گردانی

شوخیِ یار کی سی چالاکی — نگہِ شوق کی سی جولانی

دمِ گلگشت وہ سبک رفتن — اہتزازِ[21] نسیم بستانی

روزِ جنگ اُسکے بیم جولان ہین — صرصرِ عاد[22] کی سی طغیانی

---

18 سندان = اہرن جسپر لوہار لوہا رکھکر کوٹتے ہین - شعر کا مطلب یہہ کہ ممدوح کے گرز کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُسکے لئے بارِ گردن بن گیا ہے۔

19 - گاوِ گردون = آسمان کی گائے - مراد برج ثور - جو صورۃً گاؤ سے مشابہ مانا گیا ہے۔

20 - خارا شگاف = پتھر کو توڑنے والا - لعل پیکانی - لعل جو پیکان تیر کی شکل تراشا جائے

21 - اہتزاز = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا۔

22 صرصرِ عاد - وہ آندھی جسنے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

کثرت[۲۳] بادِ عنصری اوسکی — مثبت انقلابِ ارکانی
اس سے دیتے سپہر کو تشبیہ — گر نہ ہوتا ستارہ[۲۴] پیشانی
مانع سعیِ دل پسند اوسکو — ملکِ عالم کی تنگ میدانی
تیرے اوصاف کے صحیفہ مین — صنعتِ کار نامہ سامانی
گل جبینی[۲۵] پہ تیری قربان ہون — نو بہارِ ریاضِ رضوانی
بر[۲۶] و مندی آرزوئے حصول — کشت مطلب کی تیرے دہقانی
آستانہ[۲۷] پہ تیرے چرخ نہم — ہو نہ جائے بلند بنیانی
سمجھے ہے درجۂ شرف کیوان — قصرِ رفعت کی تیرے دربانی

۲۳- ممدوح کے بادپا کے مزاج مین ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے - اور یہی زیادتی اُن انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکان عالم مین ہوتے رہتے ہین - چار ارکان (عناصر) مین سے اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال قائم نہین رہتا

گر یکے زین چہار شد غالب — جان شیرین برآید از قالب

۲۴- ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا منحوس سمجھا جاتا ہے-

۲۵- گل جبینی = خندہ پیشانی - ریاض رضوانی = بہشت -

۲۶- ممدوح کی کشت مراد مین کاشت اور بار آوری مرادف ہین - یعنے ادھر بویا اور پھل آگیا -

۲۷- کیا عجب کہ چرخ نہم (عرش معلیٰ) ممدوح کے آستان پر پہونچکر بلندی منزلت حاصل کرلے

شعلۂ شمع بزم کو تیرے　　دعوئ حسن ماہ کنعانی

داغ مے تیرے جام عشرت سے[۲۸]　　گل پہ داماں پاک دامانی

تیرے دشمن کے واسطے ناشق　　زلف جاناں سے ہے پریشانی

اے سخن سنج نکتہ دان تیری　　کس زبان سے کروں ثناخوانی

مجھ سے ناکس کی ہمنشینی کا　　تجھے دور کو شوق پنہانی

نہ یہ سمجھا ہوں سیر اختر سے[۲۹]　　علم ظنی نہ ہووے ایقانی

حامل دستۂ مدیح سے یوں[۳۰]　　مجھے پہونچا تھا علم اذعانی

کہ نہیں کیوں خیال طوف حرم　　مومن اور اتنی نامسلمانی

---

۲۸ - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے جام عیش سے قطرۂ شراب گر کر دامن پر جو داغ پڑ جاتا ہے وہ بجائے (مایۂ عار ہونے کے) پاکدامنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے - پاکدامنی کے لیئے دامن تجویز کیا ہے اور دامن گل کو گل سے زینت ہے - داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے -

۲۹ - یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے مجکو احکام نجومی سے دریافت نہیں ہوئی - کیونکہ نجوم کی بنیاد ظن وتخمین پر ہے نہ کہ علم والیقین پر - بلکہ دوسرے ذریعہ سے معلوم ہوئی جیسا کہ آگے لکھتے ہیں -

۳۰ - علم اذعانی = وہ علم جو یقینی ہو اور جسکی تعمیل لازم ہو - حامل دفتر مدیح سے مراد وہ بزرگ (کرم اللہ) ہیں جو ممدوح کی طرف سے مومن کو حاضری دربار کی دعوت لیکر آئے تھے اور جن کی معرفت شاعر نے یہ معذرت کا قصیدہ روانہ کیا تھا -

تجھے معلوم کیا ہنسن ناداں فرض ہے حج بہ نص قرآنی
کیونکہ ہو عذر بےزری مقبول ہے خلاف قیاس برہانی
اول اُس در پہ سجدہ ریزی کر تا ملے مفت جاہ کیوانی
تیرے صدقے[31] شروط ایمانی پھر طواف حرم میں ہو مشغول
کب تلک اعتکاف بتخانہ کب تلک کنج دیر و رہبانی
یوسف مصر نکتہ سنجی حیف یوں گرفتار چاہ کنعانی
کیا پیام اور کیا پیام گذار جسکی ہر بات وعظ عرفانی
آب و تاب کلام سے اُسکی[32] آب ہو لولوئے و مرجانی
عالم[33] محمل حدیث رسول واقف نکتہ ہائے عرفانی
اُسکے آگے علوم پیر فلک سبق کودک دبستانی
دیکھ اشراق اُسکا افلاطون کہے ھذا الحکیم ربانی
جبہہ[34] خورشید سے فروزاں تر جبہہ سے دل زیادہ نورانی
شام پیری میں اوسکا وہ عالم روز روجس سے صبح ریعانی[35]
کرم اللہ نام و ذات اوسکی مظہر لطف ہائے یزدانی
ہے مجھے بھی خیال طوف حرم خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

۳۱- ایمان کے شرائط (ارکان) تجھ پر قربان ہوں - ۳۲- موتی اور مونگا ہونکی صفت بھی پانی پانی ہوجائے
۳۳- محمل = موضع و محل - مصداق - ۳۴- جبہہ = پیشانی - ۳۵- ریعان = عنفوان شباب - اٹھتی جوانی

تاکہ[۳۶] صحنِ منا میں کرڈالوں — نفسِ امّارہ کو بھی قربانی

اس[۳۷] سے افزوں ہے شوق اُس در کا — جس سے حاصل ہو یہ آسانی

کہ محرک ہے التفاتِ نہاں — تاب فرسا ہے جذبِ روحانی

پھر کروں کیا کہ بن نہیں آتی — ورنہ میں اور تیہ ہیمانی[۳۸]

دشت گردی کے شوق نے مارا — ہوں تو دیوانہ لیکن زندانی

سوچ سوچ اپنے دل میں ڈرتا ہوں — گو ہوں وسواس ہائے شیطانی

ہے ابھی آرزوئے وصلِ صنم — ہے ابھی حسرتِ ہوس رانی

فکرِ انجام سدِ راہ ہوئی[۳۹] — سن چکا ہوں حدیثِ صنعانی

۳۶۔ صحن منی = مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں
نفس امارہ = وہ نفس جو گناہوں کا حکم دے۔ ۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح حج بیت اللہ
کا عزم کر رہے ہیں اور مومن کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس در
(در ممدوح) کا شوق جس کی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی
زیادہ ہے معاذ اللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے یہ بے نیازی دیکھو۔ غالب گر اس
سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں + حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی + ۳۸۔ تیہ ہیمانی =
حیرانی اور سرگردانی کا جنگل۔ ۳۹۔ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جو سفر حج کے دوران میں غرور نفس سے
گمراہ ہو کر راہ راست سے پھر گئے تھے مگر آخر میں ہدایت غیبی پھر دستگیر ہوئی مطلب یہ ہے کہ اندیشہ انجام کی وجہ سے
عزم حج سے قاصر ہوں کہیں صنعان کی طرح میں بھی مبتلائے معاصی نہ ہو جاؤں کیونکہ ابھی مجھ میں حسرت ہوس رانی باقی ہے۔

بعد یک چند گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی

آکے اُس بزم مین دکھاؤن گا — شعلہ ہائے خرد کی نیرانی

میرے سینہ کے صفحہ مین ہے رقم — علم دانا دلان یونانی

مجھ تلک پہونچے ہین اب وجد سے — ورثۂ نکتہ ہائے لقمانی

مہر افلاک عقل و دانش ہون — فطرتی ہے مری درخشانی

نسر[۴۰] طائر کو سمجھے ہے بے پر — مرغ فکرت کی بال جنبانی

وہ خردمند ہون کہے ہے مجھے — عقل اول حکیم لاثانی

مین روشن روان حکم برجیسی — مین او افہم سیر کیوانی

ہون وہ نباض جسکے ناخن مین — حرکات عروق شریانی

آئینہ ہے صفا سے دل میرا — کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

میرے خامہ کے جوش گریہ سے — روئے دیتا ہے ابر نیسانی

سامنے میری تر زبانی کے — نطق[۴۱] الکن حدیث سحبانی

میرے ربط کلام کو پہونچے — نثر[۴۲] سعدی نہ نظم سلمانی

۴۰ - نسر = گدھ - آسمان پر دو ستارے ہین جو گدھ سے مشابہ ہین - اونمین سے ایک (نسر طائر) اُڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا (نسر واقع) گرتا ہوا نظر آتا ہے -

۴۱ - نطق الکن = ہکلے کی گفتگو - حدیث = بات سحبان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اوپر گذرا -

۴۲ - شیخ سعدی رح شیرازی کی نثر گلستان شہرۂ آفاق ہے اور دنیا کی متعدد زبانون مین ترجمہ کی جاچکی ہے - سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہین رکھتے - آسندہ شعرون مین خاقانی - انوری - خسرو - کمال مشہور اساتذۂ فارسی کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

جانفزائی[۴۳] مرے سخن کی دیکھ	سم گئے خضر آبِ حیوانی
میرے[۴۴] زاغِ قلم کی نیم صریر	صد صفیرِ ہزار دستانی
میرے گوہر تمام ناسفتہ	میرے یاقوت سب بدخشانی
میری[۴۵] نیرنگیِ تخیل سے	سیمیاگر ہے روحِ نفسانی
ہیں وہ سرمایۂ بلاغت ہیں	جسکے در کا گدا ہے خاقانی
انوری کے بیان میں ہے کہاں	میری تقریر کی سی تابانی
ملکِ معنی کا شہریار کہے	دیکھ خسرو مری قلمرانی
میری نسبت سے خاکِ ہند کو ہے	رونقِ سرمۂ صفاہانی
آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص سزا[۴۶] ہے نقصانی
مومن اب ختم کر دعا پہ سخن	تاکجا لافہائے طولانی
جب تلک باعثِ نشاطِ زلال	ہے وصال و فراقِ جانانی

۴۳ - دیکھ = دیکھکر - سم گئے = زہر سمجھے -

۴۴ - میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی بلبل کی ہزار خوش الحانیون کا جواب ہے - قلم کو زاغ سے تشبیہ دیگئی ہے

۴۵ - سیمیاگر = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو - سیمیا ایک علم طلسم ہے جس مین موہوم اشیاء اصلی نظر آتی ہین - شعبدہ بازی - روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہین - روح جو عالم خیال مین طرح طرح کے شعبدے دکھاتی ہے در اصل یہ میرے تخیل کی نیرنگی کا طفیل ہے -

۴۶ - سزا ہے = لائق ہے -

تیرے حسّاد و رنج کو ناگون — تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ لطف رحمانی

قصیدہ بمدح راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری[1] — کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری
چشمِ ستارۂ سحر[2] لون زحل سے سرمہ سا — دشنۂ ترکِ چرخ سے تیز نگاہِ مشتری
خطِ بیاضِ صبح دہ شعلۂ شمع اژدرِ سیہ — عکس سے جسکے آب ہو آئنۂ سکندری
پالو ہوا ہے کوئی یار خانہ خراب و جان گداز — خفیہ شمال[3] مین سموم باد صبا مین صرصری
سامعہ سوز و دلخراش گریہ فزا و زخم ریز — نغمۂ نوکِ عندلیب[4] قہقہۂ گل طری

[1] = تیرہ اختری = نصیب کا سیاہ ہونا۔ بدقسمتی۔ شمع خاوری = آفتاب - دود کا لفظ تیرہ اختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے -

[2] ۔ شاعر طالع کی واژون اثری کا رونا روتا ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشم ستارۂ سحر (زہرہ) رنگ زحل سے زیادہ سیاہ ہے۔ اور نگاہ مشتری خنجر ترک چرخ (مریخ) سے بڑھکر تیز ہے یعنے سعد ستارون مین قلب ماہیت ہوکر میرے حق مین نحوست کا اثر پیدا ہوگیا ہے۔ زہرہ کو اہل نجوم سعد اصغر اور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہین۔ اسی طرح مریخ کو نحس اصغر اور زحل کو نحس اکبر مانتے ہین چشم کے لیے سرمہ اور ترک کیواسطے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے -

[3] ۔ باد شمال مین گرم لو کی اور صبا مین اندھی کی خاصیت مضمر ہے خانہ خراب یعنی خانہ خراب کن استعمال کیا ہے اور یہ مومن کے مجتہدانہ تراکیب مین سے ہے - [4] ۔ ماحصل یہ ہے کہ پھولوں کے قہقہے اور بلبلون کے چہچہے بجائے خوش آیند ہونیکے ناگوار گذرتے ہین۔ طری = تروتازہ۔ تری غلط معلوم ہوتا

مجکو فغان سے کام اور ذکر مین اہلِ خانقاہ
دیر مین شور بید خوان میکدہ مین لاگری

چار طرف ہے غلغلہ حیّ علی الفلاح کا[۵]
بد ظنیون سے عذرِ لنگ شدّتِ ضعف و لاغری

شعلۂ شمع سے فزون چہرہ مرا زریر گون[۶]
رنگِ شفق سے بیشتر گریہ مرا معصفری

رشک فزا نظارۂ صحبتِ ساکنانِ قصر[۷]
پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری

صبح مری شبِ مریض شب ہے اولین گور
زور گداز بیمِ شام سختی روزِ محشری[۸]

غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہان تنگ ہین
چرخ مین یہ محدّبی آگئی اور مقعّری[۹]

صبح کی جب بہار ہے ساقی غنچہ لب ہے پاس
ہے عذارِ لالہ رنگ لب ہے مذاقِ شکری[۱۰]

---

۵ - حیّ علے الفلاح (بہبودی اور فیروزی کی طرف آؤ) بدظنی = بدگمانی - موذن حیّ علی الفلاح کہتا ہے مگر مومن اپنی تیرہ اختری کے ہاتھون اسقدر مایوس ہے کہ اوسکو اپنی فلاح کے حصول مین شبہ ہے - لہذا وہ نماز کے لیے شدتِ ضعف کا جھوٹا عذر پیش کرتا ہے -

۶ - زریر گون = زریر کے رنگ کا - زریر ایک گھاس ہوتی ہے جسکا رنگ سبز مائل بہ زردی ہوتا ہے - معصفر = کسم کے رنگ کا - سُرخ

۷ - گھر کے منظر بلند (بالاخانہ) پر چڑھکر جب نیچے نگاہ ڈالتا ہون تو پستی بخت نظر آتی ہے یعنے ہمسایون کا طرز زندگی دیکھکر اپنی حالت سے موازنہ کرتا ہون اور رشک سے جلتا ہون -

۸ - اِدھر شام کے خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اُدھر دن کی شدت قیامت کا نمونہ ہے زور گداز خاص ترکیب ہے ۹ کرہ کی بالائی سطح کو محدب کہتے ہین اور اندرونی سطح کو مقعر - ۱۰ مذاق = ذائقہ - شکری = شیرین -

ہر حرکت محرکِ شوق، مہیّجِ ہوس[1] — قلقلِ شیشہ قافیۂ مطربِ طرفہ زیوری

بسترِ گل بخوابِ خوش، سرخوشی نشاط افزا — عطر لباس سے گلاب، جسم دماغ کی تری

رطلِ گران[2] دمِ صبوح، مستِ شبینہ روح — سر بسر اہتزازِ طبع، رنجِ خمار سرسری

عطرِ مشامِ[3] حورِ عین، نہ فلکِ نو آفرین — اوخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری

ایک سے ایک کامیاب، سینۂ حاسدان کباب — ایک طرف شرابِ ناب، ایک طرف گزک تری

جب نہ رہے طمع تو کیا، خلد میں گھر ملے اگر — قصرِ زبرجد و مئے لعلی و جامِ گوہری

میرے یہ بخت ہائے بخت، ایسے نصیب ہائے ہائے! — چارۂ یاس امیدِ حشر، مرگ علاجِ مضطری

---

[1] - ہر ایک حرکت شوق کو بیقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں شراب کی آواز زیور پہنے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

[2] - رطلِ گران = پیمانہ کلان۔ صبوح = وقتِ صبح و شرابِ صبح۔ اہتزاز = خوشحالی۔ سلسلۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی بہار اور زندگی کا لطف جب ہی کہ یہ اور وہ سامانِ عشرت بہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو۔ طبیعت تمام سرور ہو جائے اور خمار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ امتیاز غالباً عدم امتیاز کاتب ہے۔ اہتزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

[3] - اوخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں۔ بخور = دھونی۔ بان = ایک خوشبو کا نام ہے۔ مجمر = انگیٹھی۔ انگیٹھی میں جو عنبر و بان سلگائے جائیں اُن کی دھونی کی کثرت سے اور نئے نو آسمان پیدا ہو جائیں اور حوروں کے دماغ کو اُن سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طولِ[14] اَمل کی حد نہیں سازِ نبرد کیا نئے — بادشہی جہان ہو کم حیف دہان قلندری

یان کسے ہوس نہ دان کہ ہم جیسے فقیر ہیں — بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحبِ افسری

چرخ نے جیسے جیتے جی کین بدری عنایتیں — خاک کریگی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادری

عشق[15] عیان کا کیا بیان حسنِ ہنر رہا نہان — قمریِ نالہ کش زبان میری ہے دل صنوبری

وہم برون شدن خیال - قید سے چھوٹنا محال — یان سے گریز کیا مجال - بندِ گران پہ بیدی

چھوٹے بھی گئے تو راہ بند جائے بجائے لامکان — کوئی عجب طلسم ہے گنبدِ چرخِ چنبری

رغبتِ[16] وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے — نہ اُسے طاقتِ قرار نے ہوسِ ستمگری

کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد — آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنے ابتری

---

[14] طولِ امل - آرزوؤں کی کثرت - افسوس جنکے نزدیک بادشاہی حقیر ہو اسکو فقیری نصیب ہو۔

[15] - شاعر نے اپنے عشق عیان کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کش اور حسن نہان (ہنر) کی بنا پر اپنے دلکو صنوبر قرار دیا ہے - قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشہور ہے - مطلب یہ ہے کہ ادھر تو عشق کے ہاتھوں تباہ رہا اُدھر حسن ہنر کی بیقدری کی بدولت گمنامی نصیب ہوئی - یون سمجھئے کہ میری زبان قمری کیطرح نالان ہے اور میرا دل جو صنوبر کیطرح ہے نہان ہے شعر میں لف ونشر مرتب ہے - واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے۔

[16] وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کیطرف اشارہ ہے یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے ایسا نہ اسے قرار کا یارا ہے نہ ظلم کرنے کی خواہش میرے ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر کاتبوں کی عنایت کا شکار ہوا ہے کہیں مومن کی روح شرمندہ نہ ہو۔

چرخ[17] سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ ہے — طالع دون خراب ہو آپ کرے جو یاوری

آہ[18] سے میرے گرم خشک زہرہ و ماہ کا مزاج — گریہ سے میرے سرد تر طبع بروج آذری

جان جہان کو دل دیا دشمن جان ہوا جہان — سر مین ہوا نظر مین یاس سینہ مین آہ زہری

یکدل و دو گونہ غم یک تن و فوج خصم — یک جگر و ہزار نیش۔ یک سر و صد گرانی

جور سہون وفا کرون حق وفا ادا کرون — یہ نہ کرون تو کیا کرون قہر ہے عشق و بے زری

قدر ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم — دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری

سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست — بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع بہیمی و خری

ایک جہان[19] مین قدر دان سو وہ برغم آسمان — آج یہان ہے کل وہان واہ کمال داوری

---

۱۷ - آسمان مجھ سے بر سر پرخاش ہے اس صورت مین اگر میرا اختر طالع میرے موافق ہو بھی جائے تو بھی بے سود۔ کیونکہ میرا استارہ جو آسمان کا ایک حقیر جزو ہے آسمان کی دشمنی سے خود تباہ ہو جائے گا۔

۱۸ - زہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالۂ آتشین کے اثر سے دونون کا مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے۔ اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے بروج آتشی کا مزاج سرد ترین گیا ہے۔

۱۹ - برغم آسمان = آسمان کی ضد پر۔ کیونکہ آسمان نہین چاہتا کہ ممدوح کا فیض عام ہو۔ مگر شاعر کے نزدیک جسکی یہ خواہش ہے کہ مجھی پر مخصوص کرم ہو یہ مصیبت ہے کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے۔

راجہ اجیت سنگھ نام کام روئے خاص و عام	جو دستے جسکے ہے نظام کار جہان کی ابتری[۲۰]
فیل نشین بنا دیا خاک نشین کو اُسنے اب	خاک نہین فلک کو زیب لاف و گزاف برتری
چین سے زر۔ عدن سے دُر۔ کان سے لعل و گہر لئے	بسکہ جہان مین شہرہ ہے اُسکی عریب پروری
دست گہر فشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم	دام ہما ہو حسرت مرتبۂ کبوتری[۲۱]
لیتے ہوئے گرا لئے جو بار عطا سے لعل و دُر[۲۲]	کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکان جوہری
حاتم و معن پائمال اُسکے صف نعال مین[۲۳]	صدر نشین بزم کا م بخشی و فیض گستری
لعل لب اُسکے دُر فشان جیسے گہر نثار دست[۲۴]	جائزہ کم نہ آفرین دونون مین ہے برابری

۲۰ ۔ کار جہان کی ابتری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنے ابتری دور ہو کر حسن انتظام کا دور دورہ ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱ ۔ اُس نامہ بری کے شوق مین ہما کو کبوتر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے لئے جال کا کام دے اور اُسکو پھانس کر لائے۔ تاکہ اوسے ممدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲ ۔ کلبہ = گوشہ دکان و مکان ۔ جب ممدوح کسی کو لعل و گہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ بہت سے جواہر سائل کے ہاتھ سے زمین پر گر جاتے ہین جنکی بدولت خاکروب مالا مال ہو جاتا ہے۔

۲۳ ۔ صف نعال = محفل کی آخری صف جسکے قریب نعلین اتاری جاتی ہین ۔

۲۴ ۔ ممدوح اپنے مداحون کو انعام اور داد دونون یکسان دیتا ہے کیونکہ جیسے اُسکے ہاتھون سے گوہر برستے ہین ویسے ہی اُسکے منھ سے موتی جھڑتے ہین ۔ لف و نشر غیر مرتب ہے ۔

یک شبہ خرچ بزم کا نیمہ خراج نیمروز [۲۵] | بخششِ ہفتہ حاصلِ دولتِ ہفت کشوری
ایک جہان گدائے در اور وہ سب کا معتقد [۲۶] | بے طمعی سے شیخ وقت جسکا سوالِ دیریا
دورِ کرم مین اُسکے لعل خشکی لب کا ہے بہا | دُرِّ یتیم کو ہے چشمِ یتیم کی تری
اس سے زیادہ اور کیا ہووگی بخشش و عطا [۲۷] | کم رہے اکثرون سے ملک بیش نہ ہو مقرری
رونق تولیان بزم دیکھکر اوسکی جود سے [۲۸] | تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولیِ چرخ چنبری
ق
گرم دعائے بازگشت شکلِ بشر مین سوئے خاک | بہرِ حصولِ زیور و چارۂ رشکِ زیوری

۲۵ - اُسکی بزم کا ایک رات کا خرچ ولایت نیمروز کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک ہفتہ کی بخشش حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے - میری فہم ناقص مین فائدہ کا لفظ بے فائدہ ہے دولت چاہیئے -

۲۶ - معتقد = اسم مفعول یعنی جسپر سبکو اعتقاد ہو - دنیا آپ کے دروازے کی فقیر ہے اور آپ سب کے مرجع عقیدت - حتے کہ جو شخص آپ کے در پر فقیری مانگتا ہوا آیا تھا اوسکو منہ مانگی مراد ملی یعنے اتنا دیا کہ اب سائل کو طمع نہین رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا -

۲۷ - مقرری = سرکاری مالگذاری - مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے احتراز کرنا اور مالگذاری مین اضافہ کرنا ممدوح کے ایثار کی بنا پر ہے - عصمت بی بی از بے چادری نہین

۲۸ - لولی = مطربہ - لولی چرخ = ستارہ زہرہ - ممدوح کی توجہ و نوازش سے تولیان محفل کی رونق دیکھکر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی آنکھون مین دنیا تاریک ہے اس لیئے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا مین بصورت انسان آنے کی خواہشمند ہے -

۲۹
اُوسکے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر — خستہ ذُباب کی طنین طنطنۂ سکندری
۳۰
جوشِ طراوتِ مشام وجہ عطاسِ عز و جاہ — لطف نسیم مشک بیز خلق شمیم عنبری
۳۱
بوسہ روا بہر طریق سجدہ و فرق بہر فریق — سنگِ درِ اوس کا اک صنم رشکِ بتانِ آذری
تو وہ بہارِ باغِ حُسن جسپہ کرے نثار جان — لالہ رخی سہی قدی گلبدنی سمن بری
لب کو مثال کسکے دون لعل و عقیق بے مزا — گل مین کہان یہ نازکی گل مین کہان یہ تازگی
۳۲
چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا — گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عبہری

۲۹ - ادیم = چمڑا - مجازاً دسترخوان - مائدہ = دسترخوان - خستہ ذباب = عاجز مکھی طنین = بھن بھناہٹ - طنطنہ = دبدبہ -

۳۰ - ممدوح کا لطف مشک بیز ہوا ہے - اور اوسکا خلق عنبر کی خوشبو ہے - جوشِ طراوت مشام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطاس عز و جاہ کا خلق سے - غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا سے دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز و جاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو تفریح ہوتی ہے عطاس = چھینک -

۳۱ - بوسۂ سنگ در (جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب مین جائز ہے البتہ سجدہ مین اختلاف ہے - آزر بت تراش حضرت ابراہیمؑ کے باپ یا چچا کا نام ہے یہ تشریح جدید مومن کی بدعت ہے -

۳۲ - تیری آنکھ کی ساخت روح و نظر کے لیئے باعث قوت ہے - گریۂ مستی کے وقت تیری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے گویا نرگس زرد (عبہر) مین روح گلاب ہے -

۳۳ فصلِ بہار بعدِ یاس کس لیے غنچہ پھر ہوا	بزم میں تیری گر نہ تھی گُل کو امیدِ ساغری
۳۴ جمع ہیں تجھ میں عدل و حسن خانہ خرابیاں جمع	مست خرابیٔ شراب - محوِ پری رخی پری
۳۵ اطلسِ چرخ زیرِ گرد جوش ہوا رشک سے	آتشِ سینۂ نجوم خجلتِ آبِ پیکری
۳۶ تو وہ سوار یکہ تاز عرصۂ رزمگاہ میں	جا سکے نہ دیدہ جسکے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری

۳۳- فصلِ بہار میں یاس (خزاں و پژمردگی) کے بعد رُکا ہوا پھول از سرِ نو غنچہ بنا ہے تاکہ پھر پھول بن کر تیری بزم سے ساغر ہونے کا شرف ملے- گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے-

۳۴- ممدوح میں عدل و حسن دونوں صفتیں جمع ہیں- لہذا جو اسباب کسی شے کی بربادی کے ہوتے ہیں اب وہی برباد ہیں جس کی وجہ سے شراب خود اسکی خرابی سے مست ہے اور پری خود اسکی پری روئی پہ مٹی ہوئی- اس لیے شراب اور پری جو خانہ برانداز عالم تھے معطل ہو گئے- اور یہی تقاضائے عدل ہے-

۳۵- اس شعر میں سہو کاتب سے تقدیم ہوگئی ہے- دراصل یہ توسن کی تعریف سے مؤخر ہونا چاہیے- مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی سواری دیکھکر رشک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستاروں کو اپنے وجود سے اسقدر شرمندگی ہوتی ہے کہ اُن کا دل جلنے لگتا ہے- اطلس چرخ = عرش الٰہی- آب پیکری = ستارے- شعر میں چاروں عناصر کا نام آگیا ہے-

۳۶- قطرہ زنی = تیز رفتاری- تو میدان جنگ میں ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا- حتیٰ کہ صفدری (شجاعت) بھی تیرے ساتھ دوڑنے میں عاجز رہ جاتی ہے-

توسنِ بادپا ترا روزِ وغا لگا کے دوڑ — صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا گئی صرصری

سیرِ ریاض میں نسیم سطحِ ہوا پہ بوئے گل — عرصۂ بحر طے کرے آن میں بے شناوری

[٣٧] روزِ نبرد گرچہ ہو خصمِ جبان کے زیرِ ران — توسن برتریں فلک تو بھی محال جانبری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ پر اک جست میں — نیم قدم پہ رہ گئی طائری و لگاوری

[٣٨] ہائے سبک عنانیاں واہ گراں رکابیاں — گاہ غزالِ چیں ہے وہ گاہ پلنگِ بربری

[٣٩] مجھ سے مدیح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو — شاہ سوار کیا کرے کس سے ہوا بھی چاکری

[٤٠] کر دیئے دشمن اس لیے تو نے زبون سرنگون — سجدہ کریں صفات پہ تاکہ ہو نیک محضری

[٤١] تختہ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین — نیل مرام و شش جہت مہرۂ دقیقہ ششدری

---

٣٧ - جبان = بزدل۔

٣٨ - شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔ بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کے چیتے مشہور ہیں۔

٣٩ - ممدوح کے توسنِ تیز رفتار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) پیکِ خیال ہی سے ہو سکتی ہے۔ مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصد تیز رو فرض کیا ہے۔

٤٠ تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگوں (پست) کیا ہے کہ اُن کی صفات پہ تیری نیک خوئی کے سامنے سجدہ کریں۔ سجدہ میں صورۃً سرنگون ہونے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

٤١ ممدوح کے دشمن کا حال چوسر کے پانسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور اس کے (دشمن کے) حصولِ مقصد اور شش جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ اور ششدر جس سے مہرہ کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ شعر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

جس نے[۴۲] مقابلہ کیا - بےجگری سے چل دیا	کیا کھلے ایک حملہ مین گرچہ کھلے دلاوری
چرخ[۴۳] سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضرب گرز اٹھائے	حربہ سے پہلے سرشکن بہر عدو ہے مغفری
ساکن سپہر ہے تمام رام نہ ہون تو کیا کرین	تیغ مین یہ تہنگی اور طبع مین ہے خشمگری
انفی رمح سینہ کو چیر کے دل نکال لے	مار سیاہ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری
بال و پر فرشتہ موت ہین یا پر خدنگ	دشنۂ تشنۂ قضا یا ہے یہ تیر کی سری
خندۂ[۴۴] برق تیغ مین گرمئ مہر ماہ تیر	گریۂ زخم تیر مین جوش سحاب آذری
شہرت ظلم و جور سے دور مین ہے کیا عجب	ہفت[۴۵] پدر اگر ہم ترک کرین برادری
رونق بزم و عزم رزم فر جلال و قدر جاہ	تو نے بغایت کمال جمع کئے نہ سرسری
سینہ پہ روئے دلبران بر مین قبائے ریشمی	پاؤن پہ فرق سروران سر پہ کلاہ سروری
اسقدر[۴۶] اعتبار ہے اسقدر انقلاب حال	یعنے ترے خدم کے ہین طالع و بخت سنجری

[۴۲] - جب دشمن کا کام ایک ہی حملہ مین تمام ہوجاتا ہے تو ممدوح کو اپنا زور شجاعت دکھانیکا پورا موقع کیونکر ملے

[۴۳] - ممدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو اس صورت مین ممدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سرشکنی کے لیے اسقدر وزنی مغفر ہی کافی ہے اب ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے - مغفر = خود -

[۴۴] - تیر ایک فارسی مہینہ کا نام ہے جو ساون کے مطابق ہے - سحاب آذری = ماہ آذر (چیت) کا ابر و باران

[۴۵] ہفت پدر = سات آسمان جو آبائے علوی کہلاتے ہین - ضد امہات سفلی -

[۴۶] - سنجر سلجوقیون کا ایک عظیم الشان فرمانروا گذرا ہے جو آخر زمانہ حکومت مین ترکمانون کے ہاتھ سے شکست کھا کر تباہی کی حالت مین مرا تھا - خدم = جمع ہے خادم کی -

ہے تیرے در پہ منحصر اب جو شرف تو جائے [۴۷] ننگ ‏— ماہ کو بیتِ زہرہ - اور زہرہ کو بیچ مشتری

بسکہ خلف [۴۸] محال تھا ہو گئی نسل منقطع ‏— ذات پہ تیرے اسقدر ختم ہے پاک گوہری

ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر دان ‏— دیکھ نگاہِ غور سے تو مری نکتہ پروری

شاعرِ بے نظیر ہوں سحر بیان دبیر ہوں ‏— دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری

سحرِ حلال [۴۹] سے مرے جادوئے سامری خجل ‏— طورِ کلیم اوجِ فکر نورِ خدا افسون گری

لاف زنی پس ہیچ رسم قدیم کیا کرون ‏— اس غم تازہ سے نہین مجکو امید چاہری

۴۷ - مضمون کے نزدیک ماہ کا زہرہ کے ساتھ اور زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران (اجتماع) سعد سمجھا جاتا ہے - لیکن اس دور مین شرف و سعادت صرف ممدوح کی آستان بوسی پر موقوف ہے -

۴۸ - خلف = نائب و جانشین - آپکی ذات اسقدر پاکیزہ ہے کہ جانشین آپکا ہم پایہ نہین ہو سکتا تھا جو صحیح معنون مین خلف کہا جا سکے - اس لئے آیندہ کو نسل ہی منقطع ہو گئی - معلوم نہین کہ اسکو مدیح کہا جائے یا ہجو ملیح -

۴۹ - سحر حلال سے مراد شاعری ہے - سامری ایک ساحر کا نام ہے جس نے حضرت موسٰی کی قوم کو گوسالہ کی پرستش پہ آمادہ کیا تھا اور بعد کو حضرت موسٰی کی بد دعا سے مبتلائے عذاب ہوا تھا - مدعا یہ ہے کہ میری شاعری سحر سامری کو شرمندہ کرتی ہے مین ایسا کلیم (رقیب حضرت موسٰی) ہوں جسکا طور اوجِ فکر (بلند پروازی خیال) ہے وہاں انوار نور الٰہی کی تجلی ہوئی تھی یہاں بجبیر فسون گری (شعر و فن) کے راز کھلتے ہیں -

۵۰ کفر حکایت غرور اوسکے بغیر یہ محال — تا متنبی و جریر عار ہے مجکو ہمسری

میری زبان مین وہ بات جس سے ملک سخن بپا — میرے بیان مین وہ سحر جس سے جنون زدہ پری

۵۱ جبر لئی عقوبت تازہ موکلان قہر — بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روان انوری

۵۲ مجکو یہ گل زمین پسند آگئی اتفاق سے — مزرع غیر مین کسے ورنہ سر کدیوری

نان گدا بہ رغبت شاہ جہان غلط غلط — باہمہ برتری دروغ آرزوئے فروتری

اب نہین کی ہے اختیار نظم کو بیچ یہ زبان — آپ ہین لب پہ بوسہ زن بندی تازہ تری

۵۳ باغ مین اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید — اول و آخر بہار بار فروش نو بری

۵۰ - غرور کی باتین کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے - مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار کمال جو سنت الشعرا ہے محال ہے - بات تو یہ ہے کہ متنبی و جریر جیسے عرب کے مشہور شاعرون سے بھی برابری مین اپنی کسر شان سمجھتا ہون - اصلاً مومن اپنی تعریف کو غرور نہین بلکہ امر واقع جانتا ہے -

۵۱ - چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تاریک ہے اس لیئے فرشتگان قہر انوری کو نئے نئے عذاب کیوجہ دیکھکر حیران ہین - یعنی میرا حسد ہی اوسکی جان کے لیئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے -

۵۲ - کدیوری = کاشتکاری - سر = خیال - اس زمین مین اکثر شعرائے سلف نے طبع آزمائی کی ہے اس لیئے اسکو مزرع غیر کہا گیا -

۵۳ میرے باغ سخن مین ہر درخت خواہ وہ چنار - سرو یا بید ہی کیون نہو بہار کے اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے پر نازان ہے - یعنی سب سدابہار ہین اور بار آور -

لذت[۵۴] مدح جانفزا تلخی ہجو تاب کاہ	شہد ہے یاں تو شہد ناب صبر ہے تو سقوطری
مہر کی[۵۵] طلاقت لسان میری فصاحت کلام	چارۂ صدرہ آزما از پے گنگی و کری
میرے[۵۶] معاند و حسود ہرزہ سرا زفتگان	جا جی خویش و بے خبر بست بلبکف آوری
ہیں یہ سگان جیفہ خوار نغز سخن سے بے نصیب	کافر استخواں پرست طرفہ سگی و کافری
ہیں وہ شہ سریر فضل جس کے خطیب کیلئے	اوج و حضیض آسماں پست و بلند منبری
فرط[۵۷] حجاب سے نہیں گرچہ لباس کا خیال	تو بھی تو بکر فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری
قیمت[۵۸] حسن یوسفی میرے سخن کا رونما	ہے یہ وہ جنس جس کی بیع پایہ فزائے مشتری

۵۴ - میرے مدحیہ قصیدے روح کو تازگی بخشتے ہیں اور میری لکھی ہوئی ہجویں ہمت توڑ دیتی ہیں میرے پاس اگر شہد (مدح) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی سقوطر ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۵ چارہ صدرہ آزما = سو دفعہ کا آزمایا ہوا علاج - میری گویائی گونگے پن اور بہرے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے -

۵۶ - میرے مخالف جو شعرائے سلف کی تعریف کرتے ہیں - اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے ہیں اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہیں - اور ان کو خبر نہیں - ناحق غیظ کی وجہ سے منھ میں جھاگ بھر بھر لاتے ہیں - جیفہ = مردار - ۵۷ بکر = کنواری - بکر فکر = اچھوتے خیالات - زہرہ معجری = زہرہ کی سی چادر ہونا -

۵۸ میرے جنس کلام کی بیع سے خود خریدار کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے مشتری گاہک - رونما = منھ دکھائی -

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست — طول مقال عیب شعر جابجا عیوب سے بری

ختم سخن دعا پہ ہو۔ تا نہ اثر مین ہو کلام — اب ہو یہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخنوری

تا کہ ہے بیت ہفتمین[۵۹] قوت لولی فلک — تا کہ سہم مین ہے فرح بہر عروس خاوری

تجکو نصیب دولت صحبت نوجوان نگا — تجکو ہمیشہ عشرت تازہ عروس دلبری

تا ہے الفت آزما نازو غرور دلربا — تا ہے آرزو فزا طرز ادائے دلبری

جور[۶۰] پہ تیرے جان نثار غارتیان دین و دل — وصل سے تیرے کامیاب لشکریان عسکری

تا کہ ہو نو بہار مین قسمت رند مشربان — مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

بہر[۶۱] حسود جام زہر۔ ساغر مے ترے لیے — تا نہ ہو ناگوار طبع تلخی بادہ سکری

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم — شعلۂ[۶۲] دود عارض روشن زلف عنبری

سو سے[۶۳] ہزار گوش جان رو گئے زین پہ زرفشان — باغ مین جب تلک اسطرح جلوہ کرے گل طری

تجکو نصیب بزم مین داد وہی صلہ وہی — تجکو مبارک ایکسو مدح گری گداگری

---

۵۹ - لولی فلک = زہرہ - عروس خاوری = آفتاب - جب زائچہ کے ساتوین خانہ مین زہرہ واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق مین احکام نجوم موثر ہوتے ہین - اور جب نوین خانہ مین سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے ۶۰ عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے درمیان ہے ۶۱ شراب مین جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تا کہ ناگوار طبع نہ ہو -

۶۲ - تیری گرمی محفل مین اگر شعلہ ہو تو حسینونکے عارض روشن کا - اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا

۶۳ - ہزار = بلبل - گل طری = گل تر - تازہ پھول - مصرع اول گل کی جلوہ گری کی کیفیت بیان کرتا ہے

مشہور شعراے اردو کے دواوین

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
کلیات میر تقی میر	عمہ/	اکمل دیوان غالب	عہ/	منتخبات داغ مع ضمیمہ	ہے	کلیات اکبر حصہ اول	عہ/
انتخاب کلام میر مجلد	عہ/	دیوان غالب جیبی	عمہ/	انتخاب داغ	عہ/	" حصہ دوم	عمہ/
انتخاب میر	عہ/	دیوان غالب معہ فرہنگ	عمہ/	گلزار داغ	عمہ/	" حصہ سوم	عہ/
کلیات سودا	عمہ/	" معہ شرح حسرت	عہ/	یادگار داغ	عہ/	کلیات نعت محسن کاکوروی	عمہ
دیوان میر درد	عمہ/	" " نظم طباطبائی	عہ/	صنم خانۂ عشق (امیر مینائی)	عہ	دیوان حالی	عمہ
کلیات مومن	عمہ/	" " مجود دہلوی مجلد	ے	مرآۃ الغیب	عمہ/	دیوان تعشق	۸
کلیات آتش	عہ/	" نظامی "	ے/	دیوان میر دوست علی خلیل	عہ	کلام شاد عظیم آبادی	عہ
دیوان ناسخ	عمہ/	" سہا	عہ/	نظم دل افروز (تسلیم)	عمہ/	غمکدۂ (حفیظ جونپوری)	عہ
دیوان ذوق مرتبہ آزاد	عہ/	" عبد الباری آسی	ے/	دفتر خیال (")	عمہ/	خمخانۂ دل	
دیوان ذوق	عہ/	دیوان رنگین و انشا	عمہ/	منتخب الاشعار (نسیم)		جان سخن (جلیل)	
قصائد ذوق طبع اعلیٰ	عمہ/	دیوان جان صاحب	عمہ/	(شکوہ آبادی)	عہ/	تاج سخن "	
دیوان میر حسن	۸/	دیوان سخن دہلوی	عمہ/	تنویر الاشعار "	عمہ/	بانگ درا (اقبال)	
کلیات ظفر	ے/	دیوان رند	۱۰/	دیوان حاتم علی مہر	عمہ/	گلکدہ (عزیز لکھنوی)	
دیوان ظفر جیبی	۱۲	دیوان مجروح	عمہ/	دیوان شاہ تراب	عہ/	داغ جگر۔ جگر مراد آبادی	
کلیات نظیر اکبر آبادی	عہ/	مظہر عشق دیوان قلق	۸/	مضمون ہائے دلکش (جلال)	عہ/	اثرستان	
روح نظیر	عہ/	خورشید محشر	عمہ	نظم نگارین (")	عمہ/	(اثر لکھنوی)	

ملنے کا پتہ :- الناظر بک ایجنسی لکھنؤ